صفحہ 9 اور 10 کسی بھی جلد میں نہیں ہے

رجسٹرڈ ایل

الحکم

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی | دو ابنی شفا بینی غرض دار الامان بینی

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب احمدی

پیشگی قیمت سالانہ

عام سے

خواص و معاونین سے

ہندوستان سے باہر سے

غیر مذاہب والوں سے

اپنے سلسلہ کے غیر مستطیع لوگوں سے

نمبر ۳ — دار الامان قادیان ۲۴ جنوری ۱۹۰۴ء — جلد ۸

میرا کام

از حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بہر دم از دل و جان وصف یار خود بکنم
من آن نیم کہ تغافل ز کار خود بکنم

بہر زبان بدلم ایں ہوس ہمی جوشد
کہ ہر چہ ہست نثار نگار خود بکنم

اگرچہ در رہ جاناں چو خاک گردیدم
دلم تپید کہ رقص غبار خود بکنم

روم بگلشن دلدادگان کزاں باغم
چرا نگویم غیرے قرار خود بکنم

رسید مژدہ کہ ایام نو بہار آمد
زمانہ را خبر از برگ و بار خود بکنم

تعلقات دلارام خویش بنمایم
ہمائے اوج سعادت شکار خود بکنم

بگوش ہوش شنو از من اے تکفیر من
کہ من گواہ بہ پروردگار خود بکنم

ز فکر تفرقہ یاد آید با شتی پر دارد
وگر نہ گریہ بر عمر گسار خود بکنم

عمارت ہمہ دوران خراب فی ہمہ ساخت
اگر ز چشم رواں آبشار خود بکنم

مقیم بر سر راہے نشستہ ام ہر دم
کہ تا گذارش عرضے بیار خود بکنم

بروئے یار کہ از بہر قومے سوزم
مگر دلش چو دلِ بیش زار خود بکنم

کلماتِ طیبات یا ملفوظات احمدیہ

علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ

تتمہ تقریر ۲ دسمبر ۱۹۰۳ء

یہ خون کبھی خالی نہیں جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسکے مصالح اور حکمتوں کو خوب جانتا ہے لیکن میں اب پیشگوئی کے الفاظ پر غور کرتا ہوں جس میں عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ایک ہی بڑی تسلی اور اطمینان کی بات ہے جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس خون کے بہت بڑے بڑے نتائج پیدا ہونے والے ہیں میں جانتا ہوں اور اسپر افسوس بھی کرتا ہوں کہ جس قسم کا نمونہ صدق اور وفا کا عبد اللطیف نے دکھلایا ہے اس قسم کے ایمان کے لیے میرا کانشنس فتویٰ نہیں دیتا کہ ایسے لوگ میری جماعت میں بہت ہیں۔ اسلیے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سبکو اس قسم کا اخلاص اور صدق عطا کرے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم کریں اور خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی جان کو عزیز نہ سمجھیں میں ابھی جماعت میں بزدلی کو دیکھتا ہوں اور جب تک یہ بزدلی دور نہ ہو اور عبد اللطیف کا سا ایمان پیدا نہ ہو یقیناً یاد رکھو کہ وہ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہے بلکہ وہ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ میں داخل ہے۔ مومنوں میں وہ اسوقت داخل ہونگے جب وہ اپنی نسبت یقین کرلیں گے کہ ہم مر گئے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جب دشمنوں کے مقابلہ پر جاتے تھے وہ ایسے معلوم ہوتے تھے کہ گویا گھوڑوں پر مردے سوار ہیں۔ اور وہ سمجھتے تھے کہ ابھی موت ہی اس میدان سے الگ کریگی۔

اللہ تعالیٰ لاف و گزاف کو پسند نہیں کرتا وہ دل کی اندرونی حالت کو دیکھتا ہے کہ اسمیں ایمان کا کیا رنگ ہے جب ایمان قوی ہو تو استقامت اور استقلال پیدا ہوتا ہے اور پھر انسان اپنی جان و مال کو ہرگز اس ایمان کے مقابلہ میں عزیز نہیں رکھ سکتا۔ اور استقامت ایسی چیز ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ لیکن جب استقامت ہوتی ہے تو پھر انعامات الٰہیہ کا دروازہ کھلتا ہے دعائیں بھی قبول ہوتی ہیں مکالمات الٰہیہ کا شرف بھی دیا جاتا ہے یہانتک کہ استقامت والے سے خوارق کا صدور ہونے لگتا ہے ظاہری حالت اگر اپنی جگہ کوئی چیز ہوتی اور اسکی قدر و قیمت ہوتی تو ظاہرداری میں تو سب کے سب شریک ہیں۔ عام مسلمان نماز میں ہمارے ساتھ شریک ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک شرف اور بزرگی اندرونہ سے ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لیے فرمایا ہو کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت اور بزرگی ظاہری نماز اور اعمال سے نہیں ہے بلکہ اسکی فضیلت اور بزرگی اس چیز سے ہے جو اسکے دل میں ہے۔ حقیقت میں یہ بات بالکل صحیح ہے کہ شرف اور علو دل ہی کی بات سے مخصوص ہے مثلاً ایک شخص کے دو خدمتگار ہوں اور انمیں سے ایک خدمتگار تو ایسا ہو جو ہر وقت حاضر رہے اور بڑی جانفشانی سے ہر ایک خدمت کے کرنے کو حاضر اور طیار رہے اور دوسرا ایسا ہے کہ کبھی کبھی آجاتا ہے ان دو میں بہت بڑا فرق ہے جو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے آقا بھی خوب جانتا ہے کہ یہ محض ایک مزدور ہے جو دن پورے ہوجانے پر تنخواہ لینے والا ہے اور اسی کیلیے کام کرتا ہے اب صاف ظاہر ہے کہ اسکے نزدیک قدر و قیمت اور محبت اسی سے ہوگی جو محنت اور جانفشانی سے کام کرتا ہے نہ کہ اس مزدور سے۔

پس یاد رکھو کہ وہ چیز جو انسان کی قدر و قیمت کو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑھاتی ہے وہ اخلاص اور وفاداری ہے۔ جو وہ خدا تعالیٰ سے رکھتا ہے ورنہ مجاہدات خشک سے کیا ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیکھا گیا ہے کہ ایسے ایسے لوگ بھی مجاہدات کرتے تھے جو چھت سے رسہ باندھ کر اپنے آپکو ساری رات جاگنے کے لیے لٹکا رکھتے تھے۔ لیکن کیا وہ ان مجاہدات سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہوگئے تھے؟ ہرگز نہیں۔

نامرد۔ بزدل۔ بیوفا جو خدا تعالیٰ سے اخلاص اور وفاداری کا تعلق نہیں رکھتا بلکہ دغا دینے والا ہے وہ کس کام کا ہے اسکی کچھ قدر و قیمت نہیں ہے۔ ساری قیمت اور شرف وفا سے ہوتا ہے۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

انوار احمدیہ پریس قادیان میں شیخ یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر و مالک اخبار کے اہتمام سے چھپ کر شائع ہوا

ملفوظات و نکات

مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں ایک قوم بنانے اور وحدت کی روح پھونکنے کے واسطے آیا ہے قوم کو قوم بنانے کے واسطے جہاں اور بہت کی باتوں کی ضرورت ہے اس امر کی بھی ضرورت ہی کہ ان کے رشتے ناطے باہم اپنی ہی قوم میں ہوں، یعنے سلسلہ عالیہ احمدیہ سے تعلق رکھنے والے فردوں کے ساتھ تعلقات پیدا کرنے کی سعی نہ کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ضرورت کو محسوس کیا تھا اور ۷ جون ۱۸۹۸ء کو ایک خاص اشتہار اسی غرض کے لیے شائع کیا تھا۔ جس کے دو تین جملے یہ ہیں۔ "باہمی اتحاد کے بڑھانے کے لیے اور نیز ان کو اہل اقارب کے بد اثر اور بد نتائج سے بچانے کے واسطے لڑکیوں اور لڑکوں کے نکاحوں کے بارے میں کوئی احسن انتظام کیا جاوے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جو لوگ مخالف مولویوں کے زیر سایہ ہو کر تعصب اور عناد اور بخل اور عداوت کے پورے درجہ تک پہونچ گئے ہیں ان سے ہماری جماعت کے لیے رشتے غیر ممکن ہو گئے ہیں جب تک کہ وہ توبہ کر کے اس جماعت میں داخل نہ ہوں۔ اور اب یہ جماعت کسی بات میں ان کی محتاج نہیں مال میں دولت میں علم میں فضیلت میں خاندان میں پرہیزگاری میں خدا ترسی میں سبقت رکھنے والے اس جماعت میں بکثرت موجود ہیں اور ہر ایک اسلامی قوم کے لوگ اس جماعت میں پائے جاتے ہیں تو پھر اس صورت میں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ ایسے لوگوں سے ہماری جماعت نئے تعلق پیدا کرے جو ہمیں کافر کہتے اور ہمارا نام دجال رکھتے یا خود تو نہیں مگر ایسے لوگوں کے تابع اور ثنا خوان ہیں۔

یاد رہے کہ جو شخص ایسے لوگوں کو چھوڑ نہیں سکتا وہ ہماری جماعت میں داخل ہونے کے لائق نہیں جب تک پاکی اور سچائی کے لیے ایک بھائی بھائی کو نہیں چھوڑے گا اور ایک باپ بیٹے سے علیحدہ نہیں ہوگا تب تک وہ ہم میں سے نہیں۔"

ان فقرات کو پڑھو اور سوچو کہ کہاں تک یہ پاک وجود قوم کو قوم بنانے کی فکر میں ہے اور کس طرح ہر قوم کے تزکیہ اور تصفیہ کے لیے دردمند ہے۔

بسا اوقات پیر اعتراض کیا جاتا ہے کہ ہم کبھی کبھی کوئی پیراگراف یا جملہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام یا بزرگان ملت کی تصانیف سے لیکر درج کرتے ہیں ایسا اعتراض کرنے والے یاد رکھیں کہ ہمارا کام یاد دہانی ہے اور اخبار کے ذریعہ قوم میں ان تحریکوں کو اور پاک اغراض کو پھیلانا مقصود ہے جو حضرت حجۃ اللہ کی بعثت کی علت غائی ہیں پھر ان کے بار بار ذکر سے ہم اخبار کے کالم مکرر اسے سیاہ نہیں کرتے بلکہ اصل غرض پوری کرتے ہیں۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارہا فرمایا ہے کہ میں اپنی تصانیف میں ایک ہی مسئلہ کو بار بار اسلیے ذکر کرتا ہوں کہ کسی نہ کسی مقام پر تو پڑھنے والے پر اثر پڑے گا۔ اور وہ بیدار ہو کر پڑھے گا۔

دراصل انبیاء علیہم السلام کے طرز کلام سے ناواقف لوگوں کو ایسا خیال ہو سکتا ہے کہ ان کے کلام میں تکرار کیوں ہوتا ہو؟ انبیاء علیہم السلام اپنے مقاصد اور اغراض کو ہر وقت ملحوظ خاطر رکھتے ہیں اس لیے جہاں موقع پاتے ہیں اس کا ذکر ضرور کر دیتے ہیں۔ وہ تکرار مفید اور قند مکرر کا مزہ دیتا ہے فضول نہیں ہوتا

حضرت حکیم الامۃ کی یہ بات کیسی لطیف اور نکتہ معرفت ہے کہ میں انبیاء علیہم السلام کے استقلال پر بھی قربان ہوتا ہوں ہمارے امام کی سچائی کی ایک یہ بھی دلیل ہے کہ کوئی بات ہو کوئی مضمون ہو اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا تذکرہ ضرور کرینگے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسر صلیب کے لیے مامور ہو کر آئے ہیں۔

حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو رد مخالفین کے لیے طرز کلام ایجاد کیا ہے اس نے کل ملتوں کو جو باطل ہیں ہلاک کر دیا ہے یعنی یہ کہ ہر ایک آسمانی کتاب کا یہ فرض ہے کہ دعویٰ بھی آپ ہی کرے اور اس دعوے کی سچائی کی دلیل بھی آپ ہی دے۔ نہ یہ کہ دلایل کے لیے بیجا حاشیہ چڑھائے جائیں اور اسکو آسمانی مان کر پھر اپنی دلایل کا اُسے محتاج قرار دیا جاوے۔ اس اصل سے دنیا کی کل ملتوں سے مقابلہ کرو سب کی سب یقیناً عاجز ہیں۔ صلیب کے پرستاروں سے پوچھو کہ انجیل میں مسیح کا دعویٰ کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں اولاً دکھاؤ پھر اس کے دلائل انجیل ہی سے پیش کرو۔ وہ اس سوال سے ہلاک ہوتے ہیں وید کے ماننے والوں سے ان کے اعتقادی امور کے لیے پوچھو کہ وید میں ان کا دعویٰ اور دلائل دکھاؤ وہ یقیناً شرمندہ ہوں گے۔ غرض ایک ایسا زبردست اصل ہے کہ اسکو مانکر ہی لیکر اسلام ہی غالب ہو سکتا ہے اور کوئی مذہب ٹھیر نہیں سکتا اور اس جدید علم کلام کا فخر صرف حضرت مسیح موعود کو ہے اللھم

صلّ علیٰ محمد و علیٰ آل محمد

ایک اور حربہ جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیا گیا ہے وہ زندہ برکات اور خارق عادت نشانات ہیں کسی مذہب کا پیرو آج فخر سے بیان نہیں کر سکتا کہ اسکے مذہب کی سچائی کی دلیل یہ نشانات اور ثمرات ہیں جو ایک سچے مذہب کے پرستار میں ہونے چاہییں۔ یہ فخر بھی معرکہ عالم پر حضرت مسیح موعود کو آج دیا گیا ہے جو اسلام کی عظمت اور سچائی کا زبردست نشان ہے۔

مذہب اس زندگی کے حاصل کرنے کے لیے ہے جو خدا میں ہے اور وہ زندگی نہ کسیکو حاصل ہوئی اور نہ آیندہ ہوگی بجز اسکے کہ خدائی صفات انسان کے اندر داخل ہو جائیں خدا کے لیے سب پر رحم کرو تا آسمان سے تم پر رحم ہو اور میں تمھیں ایک ایسی راہ سکھاتا ہوں جس سے تمھارا نور تمام نوروں پر غالب رہے اور وہ یہ ہے کہ تمام سفلی کینوں اور حسدوں کو چھوڑ کر ہمدرد نوع انسان ہو جاؤ۔ اور خدا میں کھوئے جاؤ۔ اور اُس کے ساتھ اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل کرو۔ کہ یہی وہ طریق ہے جس سے کرامتیں صادر ہوتی ہیں اور دعائیں قبول ہوتی ہیں اور فرشتے مدد کے لیے اُترتے ہیں مگر یہ ایک دن کا کام نہیں ترقی کرو ترقی کرو

تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کے لیے متواتر سعی اور مجاہدات کی ضرورت ہے۔ مجاہدات سے مراد شیوہ مردم آزاری نہیں ہے بلکہ مجاہدات سے مراد نفسانی جذبات اور خواہشوں کے خلاف جنگ کرنا ہے تزکیہ نفس کے لیے اس دھوبی سے سبق لینا چاہیے جو کپڑوں کو اول بھٹی میں جوش دیتا ہے اور دیے جاتا ہے یہانتک کہ آگ کی تاثیریں تمام میل اور چرک کو کپڑوں سے علیحدہ کر دیتی ہیں تب صبح اُٹھتا ہے اور پانی پر پہونچتا ہے اور پانی میں کپڑوں کو تر کر کے بار بار پتھروں پر مارتا ہے تب وہ میل جو کپڑوں کے اندر تھا انکا جزو بن گیا تھا کچھ آگ سے صدمات اُٹھا کر اور کچھ پانی میں دھوبی کے بازو سے مار کھا کر یکدفعہ جدا ہونا شروع ہو جاتا ہے یہانتک کہ کپڑے اپنے سفید ہو جاتے ہیں جیسے ابتدا میں تھے یہی انسانی نفس کے سفید ہونے کی ترکیب ہے اور ساری نجات اسی سفیدی پر موقوف ہے

حقیقی اور کامل مہدی دنیا میں ایک ہی ہے یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو محض اُمی تھے حقیقی اور کامل مہدی حضرت موسیٰ علیہ السلام نہ تھے کیونکہ انھوں نے صحف ابراہیم وغیرہ پڑھے تھے اور نہ عیسیٰ علیہ السلام تھے کیونکہ انھوں نے توریت اور صحف انبیاء علیہم السلام پڑھے تھے۔ مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی انسان سے کچھ نہیں پڑھا تھا۔ بلکہ خدا تعالیٰ ہی نے پڑھایا جو پڑھایا اسی لیے عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَى قرآن شریف میں آیا ہے + مسیح موعود کا نام بھی مہدی اسی لیے رکھا گیا ہے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا بروز ہوگا اور خاص خدا تعالیٰ ہی سے ہدایت پانے والا اور تمام روحانی وجود اس سے حاصل کرنے والا اور ان علوم اور معارف کو پھیلانے والا جن سے لوگ بیخبر ہو گئے ہیں کیونکہ یہ ضروری لازمہ صفت مہدویت ہے کہ گم شدہ علوم اور معارف کو دنیا میں لاوے اسی لیے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لیے یہ بھی ہے کہ وہ ثریا سے ایمان لانے والا ہے۔

ابن یمین خلف امیر الدین طغرائی جنکا اصل نام امیر محمود تھا اپنے زمانہ کے فاضل اجل ہونے کے علاوہ خوش اخلاق اور نیک صفات تھے پیشہ زراعت سے تحصیل معاش کر کے ہمیشہ بڑے بڑے فاضلوں اور فقیہوں کی دعوتیں کیا کرتے تھے آپنے مقطعات میں اچھے اچھے مضامین لکھے ہیں چنانچہ ذیل کے اشعار قابل غور ہیں

چوں جانہ چرمیں شمرم صحبت ناداں
زیرا کہ گراں باشد وتن گرم ندارد

از صحبت ناداں بتر است نیز بگویم
خویشے کہ تو انگر شد و آزرم ندارد

زیں ہر دو بتر داں تو شہی را کہ در اقلیم
باخنجر خونریز دل نرم ندارد

زیں ہر سہ بتر نیز بشنو تا تو بگویم
پیرے کہ جوانی کند و شرم ندارد

رسالہ سراج الحق

دیکھنے پڑھنے سُننے کے قابل۔ وفات مسیح عم میں نئی طرز کی بحث ہے صحابہ اور امت محمدیہ کا ہمیں اجماع وفات پر مسیح کی ثابت کیا گیا ہے۔ قادیان سے باہر ۴ رسالوں سے کم نہیں جائیں گے۔ قیمت فی رسالہ ایک آنہ محصول علاوہ۔ درخواستیں خاکسار سراج نعمانی کے پاس قادیان آنی چاہییں

ایک خط

گذشتہ اشاعت سے آگے

مفسرین نے اس ذبیحہ کے متعلق ایک قصہ بیان کیا ہے کہ ایک شخص نے قوم بنی اسرائیل میں سے ورثہ کے لالچ سے اپنے ایک عزیز کو قتل کر کے چوراہے میں ڈالدیا تھا۔ پھر حضرت موسیٰ کے پاس حاضر ہو کر اُنھوں نے شکایت کی کہ میرے عزیز کو کسی نے قتل کر ڈالا ہے حضرت موسیٰ نے قاتل کی تحقیقات کی تو کچھ پتا نہ چلا تب بنی اسرائیل نے التجا کی کہ آپ اپنے رب سے اس کا حال دریافت کریں تب انحضور نے جناب باری تعالیٰ میں دعا کی اُسوقت وحی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تمکو ایک گائے ذبح کرنیکا حکم دیتا ہے اس امر کو پہلے بنی اسرائیل نے مسخرا پن تصور کیا پھر اُسکی ماہیت رنگت اور خاص علامات کی بابت سوال کرتے رہے آخرکار اُسکو ذبح کیا مگر بیدلی اور مجبوری سے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اس گائے کا ایک عضو لیکر مقتول کی نعش پر مارو۔ وہ زندہ ہو کر خود بتلائے گا چنانچہ اُنھوں نے ایسا ہی کیا اور وہ مقتول زندہ ہوگیا تب اُس نے قاتل کا نام بتلا دیا اور وہی قاتل ثابت ہوا جو شکایت لیکر آیا تھا خدا کی قدرت سے ایسا ہونا کچھ بعید نہیں اور انسان کی مجال ہے کہ اُسکے منشا یا فعل کی نسبت یہ سوال کرے کہ اُسنے ایسا کسطرح کیا اور کیوں کیا۔ اُس کی قدرت کی یہ شان ہے

(انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون۔)

(لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون)

مگر ترتیب اور الفاظ قرآنی سے اس قصہ کی تصدیق نہیں ہوتی۔

اول تو ذبح گائے کا قصہ پہلے ہے اور قتل نفس کا بعد میں۔

دوم (و اذ قال موسیٰ لقومہ ان اللہ یامرکم ان تذبحوا بقرۃ) علٰحدہ یاد دلایا گیا ہے اور (و اذ قتلتم نفسا) علٰحدہ یاد دلایا گیا ہے دونوں بیانوں پر اذ کا وارد ہونا ثابت کرتا ہے۔ کہ دونوں قصے ایکدوسرے سے علٰحدہ ہیں۔

سوم (و اللہ مخرج ما کنتم تکتمون) میں (مخرج) کا لفظ استقبال کے واسطے ہے اور ایک دوامی قاعدہ کی طرف دلالت کرتا ہے

چہارم (کنتم تکتمون) سے ظاہر ہوتا ہے کہ چھپانے والے بہت سے لوگ تھے۔ مگر اصلی قصہ سے محض ایک قاتل ہی چھپانے والا تھا۔

پنجم (کذلک یحیی اللہ الموتیٰ) سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ مردوں کے زندہ ہونے کا کلیہ قاعدہ بیان فرماتا ہے کہ اسی طرح اللہ مردوں کو زندہ کیا کرتا ہے مگر سب دیکھتے ہیں کہ گائے کا عضو مقتول پر مارنے سے وہ زندہ نہیں ہو جاتے۔

ششم مثال اور مثل لہ دونوں غیر ہونے ہیں یہاں اگر مردہ زندہ کیا گیا۔ تو یہ عین احیاء موتیٰ ہے نہ مثال احیاء موتیٰ جیسا کہ خیال کرو سورہ اعراف میں آیا ہے۔

(فانزلنا بہ الماء فاخرجنا بہ من کل الثمرات کذلک نخرج الموتیٰ)

ہفتم موتیٰ کا لفظ قدرتی اور طبعی موت ظاہر کرتا ہے مگر شخص زیر بحث مقتول تھا۔

ہشتم موتیٰ کا لفظ جمع ہے اور وہ مقتول ایک تھا

نہم (یریکم آیاتہ) میں نشانات کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمکو نشانات دکھلاتا ہے مگر اُس مقتول کا نشان واحد تھا اور آیات جمع ہے۔

دہم یریکم فرمایا ہے یعنی دکھلاتا ہے مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو بنی اسرائیل تھے اُنکو کہاں وہ آیات اور نشانات دکھلائے گئے اُن سے تو فقط بیان ہی کیا گیا تھا۔

یازدہم (یریکم) صیغہ مضارع کا ہے جو حال و استقبال پر دلالت کرتا ہے ماضی پر نہیں اور مقتول کا قصہ پہلے زمانہ ماضی میں ہو چکا ہے بیان تو ہر وقت ہو سکتا ہے مگر دکھلانا تو وقت ہی پر ہو سکتا ہے

دوازدہم مضارع کے صیغے قرآن مجید میں عموماً ایسے قواعد پر دلالت کرتے ہیں جو کلیہ طور پر ہمیشہ کے واسطے جاری ہوں۔

سیزدہم (لعلکم تعقلون) سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ اس قسم کا ہے کہ اُس میں ہم عقل دوڑا سکیں اور سمجھ سکیں مگر ایسے گذشتہ قصوں میں جو عام مشاہدات کے خلاف ہوں کوئی عقل کیسے دوڑا سکتا ہے بلکہ عام لوگ یہ گمان کر سکتے ہیں کہ جیسے مداری لوگ جانوروں کے ٹکڑے کر کے زندہ دکھا دیا کرتے ہیں ایسا ہی یہ بھی ایک تماشا ہوگا۔

چہاردہم (ما کنتم تکتمون) عام مکتومات کو شامل ہے پھر ایک خاص پر کیسے محدود کیا جاوے۔

پانزدہم قرآن مجید سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ گائے کا ٹکڑا مارنے سے وہ مقتول زندہ بھی ہوا۔ بلکہ ایک کلیہ قاعدہ کے طور پر ارشاد ہے (کذلک یحیی اللہ الموتیٰ)

شانزدہم اگر (کذلک یحیی اللہ الموتیٰ) سے یہ مراد لی جائے کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو اس دلیل سے حشر و نشر کا قائل بنانا چاہتا ہے تو یہ دلیل بےموقع ہے کیونکہ بنی اسرائیل حشر و نشر کے قائل تھے اور اُنھوں نے کوئی سوال ثبوت قیامت کی بابت نہیں کیا کم از کم اس موقع پر اُن کی طرف سے ایسے سوال کا پیش ہونا۔ ثابت کیا جائے۔

ہفدہم۔ دنیا ایمان بالغیب کی جگہ ہے اس میں ایسے کھلے کھلے نشانات نہیں دکھلائے جاتے ورنہ ایمان بالغیب کی حکمت تلف ہو جائیگی۔

اب ہم اپنے ترجمہ کی تشریح کرتے ہیں۔ انسان کے اندر نیکی بدی کے لحاظ سے تین نفس ہیں۔ اول نفس امارہ جو بدی کی طرف حکم کرتا ہے مثلاً حرص۔ ظلم۔ شہوت۔ شرارت۔ بخل۔ ترک صلوٰۃ ترک زکوٰۃ۔ ترک خیرات۔ سرکشی۔ اور نافرمانی (ان النفس لامارۃ بالسوء) دوم نفس لوامہ جو بدی کے بعد انسان کو ملامت کرتا ہے اور نفس امارہ کے خلاف نیک باتوں کی ترغیب دیتا ہے۔ مثلاً قناعت۔ عدل۔ عفت احسان سخاوت۔ ادائے نماز۔ زکوٰۃ وصدقات۔ خوف و اطاعت وغیرہ کیطرف۔ رغبت دلاتا رہتا ہے اسی طرح پر نفس لوامہ اپنی نیک تعلیموں سے نفس امارہ کی بدیوں کو مارتا رہتا ہے اسی کا نام نفس کشی ہے جو انسان نفس کشی اختیار کرتا ہے تو فوراً خدا کیطرف سے اُسکو ایک نور حاصل ہوتا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے (ان الذین اتقوا اذا مسھم طائف من الشیطن تذکروا فاذا ھم مبصرون۔ ترجمہ۔ بالتحقیق جو لوگ خدا ترس ہیں جب اُنکو شیطان کی طرف کا کوئی وسوسہ مس کرے تو وہ فوراً خدا کو یاد کرتے ہیں۔ پھر فوراً اُن کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اسیطرح پر ہر نفس کشی سے انسان کو نور حاصل ہوتا ہے اور وہ ترقیات کرتا جاتا ہے اور اُسکے اندر عجیب عجیب تغیرات پیدا ہوتے اور روحانی طاقتیں ظاہر ہوتی ہیں اور ایسی حالت ہو جاتی ہے کہ وہ سکی باتیں اور اُسکے افعال دوسروں سے علٰحدہ ہو جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا) اگر تم اللہ سے ڈرتے رہوگے تو وہ تمھارے واسطے فرقان بنا دیگا۔ اسی طرح قرآن مجید میں خداوند کریم ایک دوسرے مقام پر فرماتا ہے (تو ہم مردہ روحوں کو ایک پاک زندگی بخشتے ہیں۔

(فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ)

سوم نفس مطمئنہ ہے جو نفس امارہ کے بالکل نیست ہونے کے بعد پیدا ہوتا ہے پھر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے (لا خوف علیھم علیھم ولا ھم یحزنون اور وہ نفس مرضیہ بنجاتا ہے یعنی وہ خدا کو خوش کرنے والا اور خدا کیطرف سے خوش کیا گیا اسی مضمون کو جس کی تشریحات سے تمام قرآن مجید بھرا ہوا ہے نہایت مختصر الفاظ میں اسجگہ پر اسطرح بیان فرمایا گیا ہے کہ جب تم نفس کشی کرتے ہو اُسوقت معاً اُس نفس کشی سے ایک درایت یعنی نور حاصل کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ بہت سے عجیب عجیب انسانی کمالات اور قویٰ کو ظاہر کرنے والا ہے جو پہلے چھپے ہوئے تھے یعنی تمام انسانی کمالات خدا کے فضل سے ہی ظاہر ہوتے ہیں پس ہمنے حکم دیا کہ نفس امارہ کو نفس لوامہ سے مارو مثلاً حرص کو قناعت سے۔ ظلم کو عدالت سے شہوت کو عفت سے شرارت کو نیکی سے بخل کو سخاوت سے سستی اعمال کو مستعدی سے سرکشی کو طاعت سے اسی طرح اللہ تعالیٰ مردہ روحونکو زندہ کیا کرتا ہے اور تمکو اپنی آیات دکھلایا کرتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ (اذا دراٴتم) اُسی مادہ سے ہے جس سے (دری) ہے اور قرآن مجید میں (کوکب دری) یعنی ستارہ درخشندہ آیا ہے۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ لفظ موتیٰ روحانی مردوں کے معنوں میں آیا ہے مثلاً ان آیات میں (انک لا تسمع الموتیٰ) (وما انت بمسمع من فی القبور) اس تمام مسئلہ کو ایک اور آیت میں یکجائی طور پر خداوندکریم نے قرآن مجید میں بیان فرمایا ہے۔

(او من کان میتا فاحییناہ وجعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس کمن مثلہ فی الظلمت لیس بخارج منھا) کیا ایک شخص جو مردہ تھا پس ہمنے اُسکو زندہ کیا یعنی اُسکو ایک نور دیا جس کے ذریعہ سے لوگوں کے درمیان چلتا پھرتا ہے وہ اُس شخص کی مثل یا برابر ہو سکتا ہے جس کی مثال یہ ہے کہ اندھیروں میں گھرا ہوا ہے اور وہاں سے نکلنے والا نہیں پس جب ان آیات کے ظاہر طور پر ایسے معنی ہو سکتے ہیں جو تمام قرآنی محکمات کے مطابق ہوں جو زندہ صداقتوں میں شامل اور جو روحانی اصلاحوں کی بنیاد اور نفسانی ظلمتوں کا علاج ہیں پھر کیا ضرورت ہے کہ زبانی قصوں کی بنا پر ایسے معانی تجویز کیے جاویں جو ظاہری الفاظ کے خلاف۔ عام تعلیمات قرآنی کے خلاف

سنت اللہ کے خلاف۔ دین قیم سے خارج اور نیز خاص آیت زیر بحث کے الفاظ کے عین منشا و متناقض ہوں جب بغیر تاویلات کے صاف صاف معنی ہو سکیں تو کیا ضرورت ہے کہ ظاہر الفاظ اور قرآنی محکمات و عقل سلیم کے خلاف معنی تجویز کر کے اس میں تاویلات سو مصنوعی اطمینان کی کوشش کی جاوے پس ثابت ہو گیا کہ یہ آیات بھی کسی خاص قوم یا کسی خاص زمانہ کی نسبت نہیں بلکہ زندہ صداقتوں کا بیان ہیں جس کے مشاہدات سے کوئی خدا پرست تو کیا کوئی عام انسان بھی بھولا ہوا نہیں۔

اب اگر کوئی طالب یہ دریافت کرے کہ اگر ایسے عقاید بالکل باطل ہیں اور مشرکانہ خیالات۔ تو ان آیات قرآنیہ کے صحیح معنی کیا ہیں

(انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتیٰ باذن اللہ۔)

تو جواب اس کا یہ ہے چونکہ قرآن شریف کی یہ آیات آواز بلند پکارتی ہیں کہ یہاں پر خداوند کریم نے استعارات سے کام لیا ہے اس لیے ان آیات کے روحانی طور پر معنی یہ ہیں کہ مٹی کی چڑیوں سے وہ امی اور نادان آدمی مراد ہیں جنکو حضرت عیسیٰ نے اپنا رفیق بنایا گویا اپنی صحبت میں پرندوں کی صورت کا خاکہ کھینچا پھر ہدایت کی روح ان میں پھونک دی جس سے وہ بلند پرواز انسان بن گئے جیسا کہ حدیث میں بعض صحابہ کی نسبت آیا ہے مثل جعفر طیار۔ طین سے مراد مادہ انسانی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں آیا ہے (خلقتنی من نار و خلقتہ من طین) اور خلق بمعنی تجویز ہے جیسا کہ سورہ حشر میں آیا ہے

(ھو اللہ الخالق الباری المصور)

جیسا کہ معالم وغیرہ تفاسیر میں ہے (الخالق المقدر والمقلب للشیئ بالتدبیر الی غیرہ الباری المنشئ للاعیان من العدم الی الوجود۔ المصور الممثل للمخلوقات بالعلامات التی یتمیز بعضھا عن بعض)

احیاء موتیٰ سے مراد ہے بد سے نیک اور غافل سے خدا پرست بنانا۔ جیسا کہ قرآن مجید کے مقامات ذیل سے ثابت ہے۔

یا ایھا الذین امنوا استجیبوا للہ وللرسول اذا دعاکم لما یحییکم

سورہ انفال۔ اب یہاں پر مخالفین سے سوال ہے کہ کیا وہ مومنین مرے ہوئے تھے جنکو بلا کر زندہ کیا جاتا تھا۔ نہیں نہیں ان کا جسم تو مرا نہیں تھا بلکہ انکی روح شریعت حقہ کی عدم موجودگی سے مری ہوئی تھی اور صرف شریعت کے احکام کو سننا اور اُن پر عملدرآمد کرنا۔ ان کی روحانی زندگی کا موجب تھا اور اس آیت سے یہ بھی ظاہر ہے کہ روحانی مردوں کا زندہ کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اعلیٰ معجزہ تھا۔ اسی طرح ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے

من عمل صالحا من ذکر او انثیٰ وھو مومن فلنحیینہ حیوۃ طیبۃ

جو کوئی اچھے عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو پس ہم ضرور ایک پاک حیات سے اسکو زندہ کرینگے۔

اور ایسا ہی انجیل کے بعض مقامات سے معلوم ہوتا ہے۔ موت حیات کا ان معنوں کے لحاظ سے نہایت کثرت کے ساتھ توریت و انجیل میں محاورہ مستعمل ہوا ہے چنانچہ بالاختصار چند آیات لکھی جاتی ہیں

جیسا کہ احبار ۱۸/۵ میرے حکموں پر عمل کرو کہ جو کوئی اُنپر عمل کرے تو وہ ان سے جیے گا۔ یوحنا ۸/۵۱ اگر کوئی شخص میرے کلام پر عمل کرے تو وہ ابد تک موت ہرگز نہ دیکھے گا لوقا ۴/۴ انسان روٹی سے نہیں خدا کی بات سے جیتا ہے استثناء ۵/۳۳ تم ان سب راہوں پر جن کی بابت خداوند تمہارے خدا نے تمہیں فرمایا ہے چلے چلو تاکہ تم زندہ رہو استثنا ۳۲/۴۷ اور اپنے لڑکوں کو حکم دو کہ وہ دھیان رکھ کے اس شریعت کی ساری باتوں پر عمل کریں کہ یہ ایسی نہیں جس سے تمہیں نفع نہ ہو۔ بلکہ یہ تمہاری زندگانی ہے۔

اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ معنی مجازی کے لیے کوئی قرینہ صارفہ قویہ موجود ہے اور سیاق و سباق میں بھی موجود ہے تو کاف تمثیلیہ اور لفظ ہیئت خود آیت کے اندر یہ دو تو لفظ موجود ہیں اور اسپر دال ہیں کہ خلق کے معنی تجویز کے ہیں۔

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ احی الموتیٰ کے جو معنی مجازی لیے جاتے ہیں اسکے لیے کونسا قرینہ صارفہ قویہ ہے تو ایک جواب اس کا یہ ہے کہ تعذر معنی حقیقی یہ بھی امارات و علامات مجاز سے ہے اور تعذر ظاہر ہے کئی وجوہ سے۔ ایک تو اس صورت میں جبکہ معنی حقیقی احیاء کے لیے جائیں تو تخلف وعدہ کا وقوع بالفعل کلام باری میں لازم آتا ہے

ومن ورائھم برزخ الیٰ یوم یبعثون

(ثم انکم یوم القیٰمۃ تبعثون)

ایسی صورت میں کذب بالفعل کلام باری میں لازم آئے گا۔ اور خداوند کریم سبوح قدوس ہے۔ اور دوسری وجہ تعذر یہ ہے کہ اگر احیاء حقیقی کسی بشر کو دیا جاوے تو لازم آئیگا کہ وہ بشر صفت احیاء میں جو خاصہ الوہیت ہے شریک ہو اور شریک باری تعالیٰ ممتنع ہے اور ایسے معانی بیان کرنا ان آیات کے جو مخالفین کرتے ہیں۔ اسکی صفات وحدانیت و تقدس و کمال کے منافی ہے۔ اور معجزہ کی حقیقت یہ ہے کہ ایک امر خارق عادت یا ایک امر خیال اور گمان سے باہر اور امید سے بڑھ کر اپنے رسول کی صداقت ظاہر کرنے کے لیے اور اُن کے مخالفین کے عجز اور مغلوبیت جتلانے کی غرض سے اپنے ارادہ خاص سے یا اُس رسول کی دعا اور درخواست سے آپ ظاہر فرماتا ہے مگر ایسے طور سے جو اسکی صفت وحدانیت اور تقدس اور کمال کے منافی و مغائر نہ ہو اور کسی دوسرے کی اس میں حکایت اور کارسازی کا دخل نہ ہو۔ اسپر ایک سمجھدار انسان بخوبی جان سکتا ہے کہ یہ صورت ہرگز معجزہ کی صورت نہیں کہ خدا تعالیٰ دائمی طور پر ایک شخص کو اجازت اور اذن دیدے کہ مٹی کے پرندے بنا کر ان میں پھونک مار کر وہ حقیقت میں جانور بنا کر سکے اور ان پر گوشت و پوست اور ہڈی اور خون اور تمام اعضا جانوروں کے بنا دیئے گئے اور اسی طرح احیاء موتیٰ میں بھی کوئی اُسکا وکیل نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ پرندوں کے پیدا کرنے میں اور احیاء موتیٰ میں کسیکو اپنا وکیل ٹھیرا سکتا ہے تو اس صورت میں خدا تعالیٰ کی صفات مخصوصہ میں شریک ہونا جائز ہوگا۔ الغرض اعجاز کی صورت نہیں یہ تو خدائی میں حصہ دار بنانا ہے۔

بعض لوگ جو دانشمند ہیں شرک سے بچنے کے لیے یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح جو پرندے بناتے تھے وہ بہت دیر تک جیتے نہیں تھے تھوڑی دور تک پرواز کر کے گر جاتے تھے چنانچہ معالم میں صفحہ ۱۵۹ لکھا ہے (قال وھب کان یطیر مادام الناس ینظرون الیہ فاذا غاب عن اعینھم سقط میتا لیتمیز فعل الخلق من فعل اللہ ولیعلم ان الکمال للہ عز وجل)

یہ عذر بالکل فضول ہے اور صرف اس حالت میں ماننے کے لائق ہے کہ جب یہ اعتقاد رکھا جاوے کہ ان پرندوں میں واقعی اور حقیقی حیات پیدا نہیں ہوتی تھی بلکہ صرف ظلی اور مجازی اور جھوٹی حیات

تھی جو عمل الترب کے ذریعہ سے پیدا ہو سکتی ہے۔ ایک جھوٹی جھلک کی طرح انہیں نمودار ہو جاتی تھی پس اگر اتنی بات ہے تو ہم اسکو تسلیم کرتے ہیں ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ عمل الترب کے ذریعہ سے پھونک کی ہوا میں وہ قوت پیدا ہو جائے جو اُس دخان میں پیدا ہوتی ہے جس کی تحریک سے غبارہ اوپر کو چڑھتا ہے۔ صانع فطرت نے انسان میں بہت کچھ خواص مخفی رکھے ہیں ایک شریک صفات باری تعالیٰ ہونا ممکن نہیں اور کونسی صفت ہے جو غیر ممکن ہے۔ بلا شک یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے اعجازی طریق عمل الترب سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آ سکیں کیونکہ عمل الترب میں جسکو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اُس میں کامل مشق رکھنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈالکر ان کو زندہ چیزوں کے موافق کر دکھاتے ہیں۔ انسان کی روح میں ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی گرمی ایک جماد پر جو بالکل بیجان ہے ڈال سکتی ہے تب جماد سے وہ حرکات صادر ہوتی ہیں جو زندوں سے صادر ہوا کرتی ہیں

اس علم کے بعض مشق کرنے والوں کو دیکھا ہے کہ انھوں نے ایک لکڑی کی تپائی پر ہاتھ رکھکر ایسا اُسے اپنی حیوانی روح سے گرم کیا کہ اُس نے چارپایوں کی طرح حرکت شروع کر دی اور کتنے آدمی گھوڑے کی طرح اُسپر سوار ہوئے اور اسکی تیزی و حرکت میں کچھ کمی نہیں ہوئی۔ سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک شخص اس فن میں کامل مہارت رکھنے والا ہو اور وہ مٹی کا ایک پرندہ بنا کر اسکو پرواز کرتا ہوا بھی دکھا دے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ کچھ اندازہ نہیں کیا گیا کہ اس فن کے کمال کی کہاں تک انتہا ہے اور جبکہ ہم خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں کہ اس فن کے ذریعہ سے ایک جماد میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جانوروں کی طرح چلنے پھرنے لگتا ہے تو پھر اگر اس میں پرواز بھی ہو تو کیا بعید ہے مگر یاد رکھنا چاہیے کہ ایسا جانور جو مٹی یا لکڑی وغیرہ سے بنایا جاوے اور عمل الترب سے اپنی روح کی گرمی اسکو پہونچائی جائے وہ درحقیقت زندہ نہیں ہوتا بلکہ بدستور سابق بیجان اور جماد ہوتا ہے صرف عامل کی روح کی گرمی بارود کی طرح اسکو جنبش میں لاتی ہے۔ اسجگہ یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ سلب امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈالدینا درحقیقت یہ سب عمل الترب کی شاخیں ہیں ہر ایک زمانہ میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعہ سے سلب امراض کرتے ہیں اور مفلوج مبروص مدقوق مجذوم وغیرہ ان کی توجہ سے اچھے ہوتے ہیں

عیسائیوں کی کرتوت

اہل ہند کے لیے روزگار کا میدان

مخدومی مکرمی جناب اڈیٹر صاحب زاد سلمہ۔ ماہ رمضان میں بسبب کم فرصتی صرف آج ہی لکھنے کا موقع ملا ہے معاف فرماویں۔ آیندہ تمام مشرقی مقامات اور جزائر اعظم امریکہ سے مسلسل لکھتا رہوں گا۔ اور یکے بعد دیگرے تمام اہل مشرق کے عادات اور ارادات اور حالات مفصل طور سے قلم بند کر کے براے آگاہی قوم دفتر پیسہ اخبار کو بھیجتا رہوں گا۔ اور انتہائی مشرق کے مسلمانوں کے حالات سے اہل قوم کو پوری واقفیت بہم پہونچاؤں گا۔ اس خط میں جزائر فلپائن کے تاریخی واقعات کا خلاصہ لکھنا چاہتا ہوں اور آیندہ یہاں کی تجارت اور حکومت اور اہل سپین کی کارروائیوں کا مفصل ذکر کروں گا۔

ان جزائر میں اہل ہسپانیہ نے تین سو برس کے قریب دو حکومت کی جنھیں ۱۸۹۸ء میں اہل امریکہ نے آکر سبکدوش کیا۔

سب سے پہلے اہل عرب نے ان جزائر کو دریافت کیا تھا جنھوں نے تمام باشندوں کو (جو جنگلی وحشی اور ننگے مادر زاد تھے) وحدانیت کا سبق پڑھایا۔ اور تمدن کا راستہ بتایا۔ وہ اپنا فرض ادا سمجھکر واپس چلے گئے۔ اور اہل فلپائن کو آزادی کی حالت میں چھوڑ دیا۔ اس کے بعد کوئی سو برس بعد پیچھے اہل سپین نے آ کر جزائر کے شمال پر قبضہ کر لیا۔ اور باشندوں کو بزور شمشیر عیسائی بنانا شروع کیا۔ چنانچہ آخر کار یہ لوگ وحدانیت چھوڑ کر تثلیث کے پیرو بن گئے۔

لیکن جزیرہ مینڈاناؤ جنمیں تا ہنوز دین اسلام جاری ہے۔ اور جو فلپائن کا جنوبی حصہ ہے ان سے تین سو برس میں فتح نہیں ہو سکا۔

وہاں تا ہنوز مسلمان رئیس (جنکو وہ سلطان کہتے ہیں) حکمراں ہیں۔ تین سو برس کے عرصہ میں اہل ہسپانیہ نے جزیرہ مذکور کے صرف چند بندرگاہوں پر قبضہ کیا۔ اور بس۔ لیکن لڑائی ہمیشہ جاری رکھی۔ اور دوران جنگ میں جو مسلمان قیدی ان کے ہاتھ لگے۔ ان کے ساتھ وحشیانہ سلوک کیے۔ انکو شمالی فلپائن میں لاکر زبردستی عیسائی بناتے تھے۔ انکو سیدھے طور سے عیسائی بنانے میں اطمینان نہیں ہوتا تھا۔ جبتک کہ انکے منہ میں سور کا گوشت نہ ڈالتے تھے۔ غرضیکہ بہت لوگ سور کھانے سے انکار کر کے بندوق کا نشانہ بن گئے۔ معلوم نہیں۔ سور کھلانے کا پیچھے عیسائیوں نے کب سے سیکھا اور کہاں سے اخذ کیا ہے۔

انگریز۔ جرمن۔ فرانس۔ روس وغیرہ اقوام کے کونسل یہاں موجود تھے۔ اور یہ سب کارروائیاں بنات خود دیکھتے تھے۔ لیکن ہسپانیہ کو نہیں روکا افسوس کہ وہ لوگ جو معتقدان ملفاریہ اور مقدونیہ کی حمایت میں سرگرم ہیں۔ انھوں نے ان بیکسوں اور بے بسوں کو بالکل پس پشت ڈال دیا تھا۔

اس عرصہ دراز میں جو جو وحشیانہ اور درندوں کی سی کارروائیاں عیسیٰ کی خنزیر خور امت نے ان مظلوموں کے ساتھ کی ہیں۔ ان کے سننے سے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ایک مسلمان کو یہ حالت لکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

یہ ناقابل شنود وحشیانہ کارروائی ۱۸۹۸ء تک برابر جاری رہی۔ جبکہ امریکہ نے آکر اس بے تمیزی کے طوفان کو لگا رہا۔ سنہ ۱۸۹۸ء سے اضلاع متحدہ امریکہ کی حکومت ہے۔ جو انگریزی سلطنت کے مقابلہ میں بہت زیادہ ملائم ہے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ غربا کے حق میں باعث رحمت الٰہی ہے۔

میں ایمانداری سے کہتا ہوں کہ اہل امریکہ سے بڑھ کر اور کوئی قوم غریبوں کی خیر خواہ نہیں ہے۔ یہاں کے قوانین غربا کی آسایش اور آرام کے واسطے بنائے گئے ہیں۔ یہاں پر ایک قلی کو اس قدر مزدوری ملتی ہے۔ کہ ایک آدمی کی کمائی سے تمام کنبہ راحت سے زندگی بسر کرتا ہے۔ ہر ایک شخص جو امریکن سیٹزن ہو چکا امریکہ میں سرکاری ملازمت حاصل کر سکتا ہے۔

یہاں پولیس کانسٹیبل کو دو سو پچیس روپیہ ماہوار ملتا ہے اور فوجی سپاہی کو ۸۰ روپیہ ماہوار اور خوراک ملتی ہے۔ علاوہ ازیں ۱۸۰ روپیہ سالانہ کپڑوں کا الاؤنس ملتا ہے۔ اور تین سال کے بعد تیس پونڈ یعنی چار سو پچاس روپیہ یکمشت انعام ملتا ہے۔ کلارک کو دو سو چالیس روپیہ ماہوار سے چار سو پچاس روپیہ ماہوار تک ملتا ہے۔ ہاں افسروں کی تنخواہ بہ نسبت انگریزی عہدہ داران کے کم ہے۔ یعنی کرنل کو سات سو روپیہ اور جنرل کو تیرہ یا چودہ سو روپیہ۔ اسی طرح گورنر فلپائن کو صرف پچھتر ہزار روپیہ سالانہ اور پریزیڈنٹ صاحب اضلاع متحدہ امریکہ کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ ملتا ہے۔ غرضیکہ اس سلطنت میں نہایت اعتدال کے ساتھ غریبوں اور امیروں سے سلوک کیا جاتا ہے۔ بخلاف ہندوستان کے جہاں مزدور بیچارے بارہ تمام دن سڑکوں پر کام کرتے ہیں اور ۶ روپیہ ماہوار میں فوجی سپاہی کی حیثیت سے اپنی جان کو توپوں کے سامنے لے جاتے ہیں۔ گو یہ سلطنت اہل ہند کے لیے ابر رحمت ہے۔ لیکن افسوس کہ وسیع بر اعظم ہند سے صرف پنجاب کے سکھ تارک الوطنی پر کمر باندھتے ہیں جو پہرہ دینے کے سوا اور کوئی کام نہیں جانتے۔ یہاں پر پنجاب کے سکھ اور مسلمان سب کے سب واچمین چوکیدار ہیں جنمیں ایک بھی صاحب ہنر و پیشہ نہیں ہے۔ امریکن لوگ افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ ہم ہندوستانیوں کو کیا کام حوالہ کریں۔ کیونکہ وہ واچمین کے سوائے اور کچھ نہیں جانتے۔ ساٹھ سکھ اور مسلمان سرکاری واچمین ہیں۔ جنکو ۲ آٹھ آٹھ پونڈ ماہوار اور خوراک ملتی ہے۔ باقی سب کمپنیوں میں واچمین ہیں۔ جہاں انکو پانچ پونڈ سے لیکر آٹھ پونڈ تک تنخواہ ملتی ہے لیکن کھانا نہیں ملتا۔ یہاں پر قلی کو چھ روپیہ روزانہ مزدوری اور خوراک ملتی ہے۔ اگر رڑکی کالج کے سرٹیفکیٹ یافتہ اوور سیر مکینیکل انجینیر اور معمار یہاں آجائیں۔ تو بے انتہا روپیہ کما سکتے ہیں۔ لیکن اہل ہند بھوک سے مرتے دیکھے گئے ہیں مگر سفر کے عازم نہیں۔ درزی اور لوہار اور نجار کھاتی اور سنگ تراش یہاں بہت قدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔ لیکن دہلیز کے مرید کہاں اتنے دلیر بنیں گے۔

ایک یورپین طرز کا حجامت جاننے والا حجام یہاں بیس روپیہ روزانہ کما سکتا ہے۔ کیونکہ یہاں دو روپیہ ایک حجامت کے دیے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں پانچ روپیہ ماہوار کی نوکری ڈھونڈتے ڈھونڈتے عمر گذر جاتی ہے۔ لیکن سفر کی تکلیف نہیں اٹھاتے۔ اگر ہندوستان کے ہندو مہاجن جن کا کئی ارب اندوختہ روپیہ بالکل بیکار پڑا ہے۔ کمر ہمت باندھ کر اہل چین اور جاپان کے موافق غیر ممالک میں تجارت اور معاملات کرتے۔ تو بے انتہا روپیہ کماتے۔ اور ہندوستان کے نام کو عزت دیتے۔ اور لاکھوں ہندوستانی غریب اور بے کفاف ان کے سایہ میں لیتے اور ان کے لیے کام کرتے

کسی چینی یا جاپانی غریب کو غیر ممالک میں غیر اقوام کا دست نگر ہونا نہیں پڑتا۔ کیونکہ انکی ملک کے بڑے بڑے سوداگر ہر جگہ موجود ہیں جو اپنے اہل ملک غریبوں کو اپنے کاروبار میں لگا دیتے ہیں۔ ہر طرح سے ان پر اعتبار رکھتے ہیں۔ اور معقول تنخواہیں دیتے ہیں لیکن غریب ہندوستانی تارک الوطنوں کی کوئی قومی سوداگری کمپنی یا کارخانہ ممالک غیر میں نہ ہونے کے سبب یہ ہمیشہ اقوام غیر یعنی اہل چین۔ جاپان اور اہل یورپ کے دست نگر رہتے ہیں۔ اور انھیں ذلت کی زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔

ہندوستان کے ہندو اور مسلمانوں سے نہ کوئی سوداگر باہر نکلنا چاہتا ہے۔ اور نہ صاحب ہنر و پیشہ۔ صرف پنجاب کے سکھ جو بجائے نیکنامی کے اپنے ملک کو اور بھی بدنام کرتے ہیں۔ کیونکہ واچمینی کے سوائے اور کوئی کام ان سے نہیں ہو سکتا۔ ہندوستان کے ۳۰ کروڑ باشندوں سے ایک صاحب ہنر کبھی یہاں نہیں پہونچا۔ تمام ہندوستان سے ایک فیروز پور کا ہندو آیا ہے۔ جو نقشہ نویسی کا کام جانتا ہے۔ جسکو پندرہ پونڈ ماہوار اور خوراک ملتی ہے میں دنیا کی تمام اقوام کو جو ہندوستانیوں سے زیادہ متمول اور آسودہ ہیں دنیا کے راہ طلب میں پویاں اور دواں اور ہر طرح سے سرگرم دیکھکر نہایت متاسف ہوتا ہوں۔ کہ اہل ہند باینہمہ افلاس کیوں بے غم بیٹھے ہیں اور کیوں ذلت سے نفرت نہیں ہوتی۔ میں فی الحال اس مضمون کو ختم کرنا چاہتا ہوں۔ باقی پھر لکھوں گا۔ لیکن [illegible] صحیح ہو کہ اگر کوئی ہندوستانی انجینیر یا دوسرا اعلیٰ پیشہ والا شخص یہاں آنا چاہتا ہے۔ یا یہاں کے حالات دریافت کرنے منظور ہوں تو مجھ سے بواہ پیسہ اخبار خط و کتابت کر سکتا ہے۔

الراقم آپ کا نا دربار ایک افغان۔

روزانہ پیسہ اخبار

آریہ سماج اور مذہب اسلام پر حملے

حاجی محمد عیسیٰ خان صاحب رئیس دنا ولی تحریر فرماتے ہیں کہ ۲۰ دسمبر کو جو ایک انوسٹیشن پوسٹ کارڈ سکرٹری آریہ سماج علیگڈھ کی جانب سے واسطے شرکت سالانہ جلسہ کے میرے پاس آیا۔ وہ بجنسہ اور نقل جواب جو میں نے دیا ہے شامل ملفوف ارسال خدمت ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کے گرانمایہ اخبار کے مفید ہو۔ چونکہ حاجی صاحب کے جواب میں ایک بہت ضروری امر کا اظہار کیا گیا ہے اس لیے اسے بجنسہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"بخدمت جناب سکرٹری صاحب آریہ سماج علیگڈھ۔ جناب من آپ کا کارڈ دعوت شرکت سالانہ جلسہ آریہ سماج میرے پاس آیا۔ اس بابت دلی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ لیکن بوجوہات چند شراکت سے مجبور ہوں۔ اور ساتھ ہی اس کے آریہ سماج کے نیک مقاصد کے ساتھ بھی ہمدردی کا اظہار کرتا ہوں ساتھ ہی اسکے یہ بھی میں اپنا فرض سمجھتا ہوں جو آپکو توجہ دلاؤں۔ کہ بالعموم آریہ سماجوں کی طرف سے مذہب اسلام پر سخت حملے کیے جاتے ہیں۔ یہ بعید از اخلاق ہے ہر ایک مذہب والے کو چاہیے کہ وہ اپنے مذہب کی تعریف کر کے ترقی کرے۔ نہ کہ دوسرے کو مذہب کو برا کہہ کے۔ اور میرے خیال میں کوئی مذہب کسی دوسرے کی توہین ہرگز گوارا نہیں کرتا ہے جس سے فریق خلاف کی دلشکنی متصور ہو۔ پس ضرور ہے کہ آپ لوگ اس اصلاح کی طرف خاص طور پر متوجہ ہوں۔ اور اس قلیل تحریر کو بہت کافی خیال فرمائیں۔

میرے خیال میں آریہ سماج کے مذہب اسلام پر حملے کرنے سے سوائے آپس کی نزاع اور کدورت بڑھنے کے اور کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اسلیے اسوقت آریہ سماج کے لیڈروں کا فرض ہے کہ وہ اس سماج کے متنازعہ مسئلہ کا فیصلہ کر دیں کہ سوائے اپنی بہبودی کی کوشش کے دیگر مذاہب خصوصاً اسلام کی چھیڑ چھاڑ کو ترک کر دیا جائے ورنہ ان کے اس میلان کا نتیجہ ملک کے حق میں کسی طرح مفید نہیں ہو سکتا۔

(روزانہ پیسہ)

جو شرف اسے مسجود ملائک بنا کر ملا وہ کس بنا پر ملا؟ قرآن شریف نے فیصلہ کر دیا ہے ابراھیم الذی وفیٰ۔ ابراہیم وہ جس نے ہمارے ساتھ وفاداری کی۔ آگ میں ڈالے گئے مگر انہوں نے اسکو منظور نہ کیا کہ وہ اُن کافروں کو کہہ دیتے کہ تمہارے ٹھاکروں کی پوجا کرتا ہوں۔ خدا تعالیٰ کے لیے ہر تکلیف اور مصیبت کو برداشت کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ خدا تعالیٰ نے کہا کہ اپنی بیوی کو بے آب و دانہ جنگل میں چھوڑ آ۔ انہوں نے فی الفور اسکو قبول کر لیا۔ ہر ایک ابتلا کو انہوں نے اسطرح پر قبول کر لیا کہ گویا عاشق اللہ تھا۔ درمیان میں کوئی نفسانی غرض نہ تھی اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابتلا پیش آئے۔ قریش والوں نے ملکر ہر قسم کی ترغیب دی کہ اگر آپ مال و دولت چاہتے ہیں تو ہم دینے کو طیار ہیں اور اگر آپ بادشاہت چاہتے ہیں تو اپنا بادشاہ بنالینے کو طیار ہیں اگر بیویوں کی ضرورت ہے تو خوبصورت بیویاں دینے کو موجود ہیں۔ مگر آپ کا جواب یہی تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہارے شرک سے دور کرنے کے واسطے مامور کیا ہے۔ مصیبت اور تکلیف تم دینی چاہتے ہو دے لو۔ میں اس سے رک نہیں سکتا۔ کیونکہ یہ کام جب خدا نے میرے سپرد کیا ہے پھر دنیا کی کوئی ترغیب اور خوف مجھکو اس سے ہٹا نہیں سکتا۔ آپ جب طائف کے لوگوں کو تبلیغ کرنے گئے تو ان خبیثوں نے آپ کے پتھر مارے جس سے آپ دوڑتے دوڑتے گر جاتے تھے۔ لیکن ایسی مصیبتوں اور تکلیفوں نے آپ کو اپنے کام سے نہیں روکا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صادقوں کے لیے کیسی مشکلات اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے اور کیسی مشکل گھڑیاں اُن پر آتی ہیں۔ مگر ان مشکلات کے ان کی قدرشناسی کا بھی ایک دن مقرر ہوتا ہے اُسوقت اُن کا صدق روز روشن کی طرح کھل جاتا ہے اور ایک دنیا انکی طرف دوڑتی ہے۔

عبد اللطیف کے لیے وہ دن جو انکی سنگساری کا دن تھا کیسا مشکل تھا وہ ایک میدان میں سنگساری کے لیے لایا گیا اور ایک خلقت اس تماشا کو دیکھ رہی تھی۔ مگر وہ دن اپنی جگہ کسقدر قدر و قیمت رکھتا ہے اگر اس کی باقی ساری زندگی ایکطرف ہو اور وہ دن ایک طرف تو وہ دن قدر و قیمت میں بڑھ جاتا ہے۔ زندگی کے یہ دن بہر حال گذر ہی جاتے ہیں اور اکثر بہائم کی زندگی کی طرح گذرتے ہیں۔ لیکن مبارک وہی دن ہے جو خدا تعالیٰ کی محبت و وفا میں گذرے۔ فرض کرو کہ ایک شخص کے پاس لطیف اور عمدہ غذائیں کھانے کے لیے اور خوبصورت بیویاں اور عمدہ عمدہ سواریاں سوار ہونے کو رکھتا ہے بہت سے نوکر چاکر ہر وقت خدمت کے لیے حاضر رہتے ہیں مگر ان سب باتوں کا انجام کیا ہے؟ کیا یہ لذتیں اور آرام ہمیشہ کے لیے ہیں ہرگز نہیں انکا انجام

آخر فنا ہے۔

مردانہ زندگی یہی ہے کہ اس زندگی پر فرشتے بھی تعجب کریں۔ وہ ایسے مقام پر کھڑا ہو کہ اسکی استقامت اخلاص اور وفاداری تعجب خیز ہو۔ خدا تعالیٰ نامرد کو نہیں چاہتا اگر زمین و آسمان بھی ظاہری اعمال سے بھر دیں لیکن ان اعمال میں وفا نہ ہو تو انکی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ کتاب اللہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ جبتک انسان صادق اور وفادار نہیں ہوتا۔ اسوقت تک انکی نمازیں بھی جہنم ہی کو لیجانے والے ہوتے ہیں یا جب تک پورا وفادار اور مخلص نہ ہو یا کفر کی جڑ اندر سے نہیں جاتی ہے۔ لیکن جب پورا وفادار ہو جاتا ہے اسوقت اخلاص اور صدق آتا ہے اور وہ زہریلا مادہ نفاق اور بزدلی کا جو پہلے پایا جاتا ہے دور ہو جاتا ہے۔

اب وقت تنگ ہے میں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ کوئی جوان یہ بھروسہ نہ کرے کہ اٹھارہ یا اُنیس سال کی عمر ہے اور ابھی بہت وقت باقی ہے۔ تندرست اپنی تندرستی اور صحت پر ناز نہ کرے اسی طرح اور کوئی شخص جو عمدہ حالت رکھتا ہے وہ اپنی وجاہت پر بھروسہ نہ کرے۔ زمانہ انقلاب میں ہے یہ آخری زمانہ ہے اللہ تعالیٰ صادق اور کاذب کو آزمانا چاہتا ہے۔

اسوقت صدق و وفا کے دکھانے کا وقت ہے اور آخری موقعہ دیا گیا ہے۔ یہ وقت پھر ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ وہ وقت ہے کہ تمام نبیوں کی پیشگوئیاں یہاں آکر ختم ہو جاتی ہیں اس لیے صدق اور خدمت

کا یہ آخری موقع ہے جو نوع انسان کو دیا گیا ہے اب اسکے بعد کوئی موقع نہ ہوگا بڑا ہی بدقسمت وہ ہے جو اسموقع کو کھو دے

نرا زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے بلکہ کوشش کرو اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگو کہ وہ تمہیں صادق بنا دے۔ اسمیں کاہلی اور سستی سے کام نہ لو بلکہ مستعد ہو جاؤ اور اس تعلیم پر جو میں پیش کر چکا ہوں عمل کرنے کے لیے کوشش کرو۔ اور اس راہ پر چلو جو میں نے پیش کی ہے عبد اللطیف کے نمونہ کو ہمیشہ مدنظر رکھو کہ اس نے کسطرح پر صادقوں اور وفاداروں کی علامتیں کسطرح ظاہر ہوئی ہیں۔ یہ نمونہ خدا تعالیٰ نے تمہارے لئے پیش کیا ہے۔

ہمیشہ ملتے رہو یہ دنیا چند روزہ

ہے اکدن آنا ہے کہ نہ ہم ہونگے نہ تم

رہے نہ کوئی اور اور یہ سب جنگل ویران ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد مدینہ کی کیا حالت ہو گئی۔ ہر ایک حالت میں تبدیلی ہے پس اس تبدیلی کو مدنظر رکھو اور آخری وقت کو ہمیشہ یاد رکھو۔ آنے والی نسلیں آپ لوگوں کا منہ دیکھیں گی اور اسی نمونہ کو دیکھیں گی۔ اگر تم پورے طور پر اپنے آپ کو اس تعلیم کا عامل نہ بناؤ گے تو گویا آنیوالی نسلوں کو تباہ کرو گے۔ انسان کی فطرت میں نمونہ پرستی ہے وہ نمونہ سے بہت جلد سبق لیتا ہے ایک شرابی اگر کہے کہ شراب نہ پیو یا ایک زانی کہے کہ زنا نہ کرو۔ ایک چور دوسرے کو کہے کہ چوری نہ کرو تو ان کی نصیحت سے دوسرے کیا فائدہ اُٹھائیں گے بلکہ وہ تو کہیں گے کہ بڑا ہی خبیث ہے وہ جو خود کرتا ہے اور دوسروں کو اس سے منع کرتا ہے۔ جو لوگ خود ایک بدی میں مبتلا ہو کر اسکا وعظ کرتے ہیں وہ دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ دوسروں کو نصیحت کرنے والے اور خود عمل نہ کرنے والے بے ایمان ہوتے ہیں اور اپنے واقعات کو چھوڑ جاتے ہیں۔ ایسے واعظوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہونچتا ہے۔

ایک مولوی کا ذکر ہے کہ اُس نے ایک مسجد کا بہانہ کر کے ایک لاکھ روپیہ جمع کیا ایک جگہ وہ وعظ کر رہا تھا اسکے وعظ سے متاثر ہو کر ایک عورت نے اپنی پازیب اُتار کر اسکو چندہ میں دیدی مولوی صاحب نے کہا کہ اے نیک عورت کیا تو چاہتی ہے کہ تیرا دوسرا پاؤں جہنم میں جاوے اُسنے فی الفور دوسری پازیب بھی اُتار کر دیدی۔ مولوی صاحب کی بیوی بھی اس وعظ میں موجود تھی اسکا اُسپر بھی بڑا اثر ہوا اور جب مولوی صاحب گھر میں آئے تو دیکھا کہ عورت روتی ہے اور اُسنے اپنا سارا زیور مولوی صاحب کو دیدیا کہ اسے بھی مسجد میں لگا دو۔ مولوی صاحب نے کہا کہ تو کیوں دیوانی ہوتی ہے یہ تو صرف چندہ کی تحریک تھی اور کچھ نہ تھا

غرض

ایسے نمونوں سے دنیا کو بہت بڑا نقصان پہونچا ہے ہماری جماعت کو ایسے باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ تم ایسے نہ ہو چاہیے کہ تم ہر قسم کے جذبات سے بچو۔ ہر ایک اجنبی جو تمکو ملتا ہے وہ تمہارے منہ کو تاڑتا ہے اور تمہارے اخلاق عادات۔ استقامت پابندی احکام الٰہی دیکھتا ہے کہ کیسے ہیں۔ اگر عمدہ نہیں تو وہ تمہارے ذریعہ ٹھوکر کھاتا ہے بس ان باتوں کو یاد رکھو۔

تم کلامہ المبارک۔

اس کے بعد حضرت حجۃ اللہ علی الارض علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا کے لیے ہاتھ اُٹھائے اور بعد ادائے نماز عصر گھر کو تشریف لے آئے۔ (ایڈیٹر)

دلائل الخیرات اور دیگر وظائف کی نسبت امام الوقت کی رائے

جناب قاضی آل احمد صاحب رئیس امروہہ نے دریافت کیا کہ دلائل الخیرات جو ایک کتاب وظیفہ کی ہے اگر اُسے پڑھا جاوے تو کچھ حرج تو نہیں کیونکہ اُس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف ہی ہے اور اسمیں آنحضرت ہی کی جابجا تعریف ہے۔

فرمایا: انسان کو چاہیے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اسمیں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اُس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اُس سے پناہ مانگے اور ان بدعمالیوں سے بچے جن کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی۔ علاوہ اسکے ایک بالائی منصوبہ جو کتاب اللہ کے ساتھ ملایا گیا وہ اُس شخص کی ایک رائے ہے جو کبھی باطل بھی ہوتی ہے اور ایسی رائے جس کی مخالفت احادیث میں موجود ہو۔ وہ محدثات میں داخل ہوگی رسم اور بدعات سے پرہیز بہتر ہے اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے۔ بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اسنے صرف کرتا ہے وہی قرآن شریف کے تدبر میں لگا وے۔ دل کی اگر سختی ہو تو اسکے نرم کرنے کے لیے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مومن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چلکر اور قسم کا پھول چنتا ہے پس چاہیے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔ اپنی طرف سے الحاق کی کیا ضرورت ہے ورنہ پھر سوال ہوگا کہ تم نے ایک نئی بات کیوں بڑھائی۔ خدا کے سوا اور کسکی طاقت ہے کہ کہے کہ فلاں راہ سے اگر سورہ یٰس پڑھو گے تو برکت ہوگی ورنہ نہیں۔

قرآن شریف کے اعراض کی صورتیں

قرآن شریف سے اعراض کی دو صورتیں ہوتی ہیں ایک صوری اور ایک معنوی صوری یہ کہ کبھی کلام الٰہی کو پڑھا ہی نہ جاوے۔ جیسے اکثر لوگ مسلمان کہلاتے ہیں مگر وہ قرآن شریف کی عبارت تک سے بالکل غافل ہیں۔ اور ایک معنوی کہ تلاوت تو کرتا ہے مگر اس کے برکات و انوار و رحمت الٰہی پر ایمان نہیں ہوتا۔ پس دونوں اعراضوں میں سے کوئی اعراض ہو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

امام جعفر کا قول ہے واللہ اعلم کہاں تک صحیح ہے کہ میں اسقدر کلام الٰہی پڑھتا ہوں کہ ساتھ ہی الہام شروع ہو جاتا ہے مگر بات معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ ایک جنس کی شے دوسری شے کو اپنی طرف کشش کرتی ہے۔

اب اس زمانہ میں لوگوں نے صد ہا حاشیے چڑھائے ہوئے ہیں۔ شیعوں نے الگ سُنیوں نے الگ۔ ایک دفعہ ایک شیعہ ڈیرہ والے صاحب سے کہا کہ میں ایک فقرہ بتلاتا ہوں وہ پڑھ لیا کرو تو پھر طہارت اور وضو وغیرہ کی ضرورت نہیں ہوگی۔ اسلام میں کیا کفر بدعت زندقہ الحاد وغیرہ اسی طرح سے آئے ہیں کہ ایک شخص صاحب کے کلام کو اسقدر عظمت دیگئی جسقدر کلام الٰہی کو عظمت دی جانی چاہیے تھی۔ صحابہ کرام اسی لیے احادیث کو قرآن سے کم درجہ پر رکھتے تھے ایک دفعہ حضرت عمرؓ فیصلہ کرنے لگے تو ایک بڑھیا عورت نے کہا کہ حدیث میں یہ آیا ہے تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک بڑھیا کے لیے کتاب اللہ کو ترک نہیں کر سکتا اگر ایسی باتوں کو جنکے ساتھ وحی کی کوئی مدد نہیں وہی عظمت دیجاوے تو پھر کیا وجہ ہے کہ مسیح کی حیات کی نسبت جو اقوال ہیں انکو بھی صحیح مان لیا جاوے حالانکہ وہ قرآن شریف کے بالکل مخالف ہیں۔

مسیح موعود کی ندا مغربی دنیا میں

ایک انگریزی اشتہار مغربی دنیا میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ایک نشان کے ذریعہ اتمام حجت کی خاطر شائع کیا گیا تھا۔ انڈیا میں اس کی ایک بھی کاپی شائع نہیں ہوئی۔ اس کا وہ حصہ جو عام ہے رفاہ عام کے لحاظ ذیل میں درج کیا جاتا ہے تاکہ وہ اپنی جماعت کے ایمان بڑھانے کا موجب ہو۔ — ایڈیٹر۔

زمین جب گناہ اور شرک سے آلودہ ہو جاتی ہے جو انسان کی پیدائش کی اصل غرض ہے۔ تب خدا کی رحمت تقاضا کرتی ہے کہ ایک کامل الفطرۃ انسان کو اپنی ذات سے پاک تعلق بخشکر اور اپنے مکالمہ سے اُسکو مشرف کر کے اور اپنی محبت میں اُسکو انتہا تک پہونچا کر اُسکے ذریعہ سے دوبارہ زمین پاک صاف کرے۔ انسان خدا تو نہیں ہو سکتا مگر بڑے بڑے تعلقات اُس سے پیدا کر لیتا ہے جب وہ بالکل خدا کے لیے ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں صاف کرتا اور ایک مصفا آئینہ کیطرح بنجاتا ہے تب اُس آئینہ میں عکسی طور پر خدا کا چہرہ نمودار ہو جاتا ہے۔ اس صورت میں وہ بشری اور خدائی صفات میں ایک مشترک چیز بنجاتا ہے اور کبھی اُس سے صفات الٰہیہ صادر ہوتی ہیں کیونکہ اُسکی آئینہ وجود میں خدا کا چہرہ منعکس ہے۔ اور کبھی اس سے بشری صفات صادر ہوتی ہیں کیونکہ وہ بشر ہے۔ اور ایسے انسان کو دیکھنے والے کبھی دھوکا کھا کر اور صرف ایک پہلو کا کرشمہ دیکھکر اُسکو خدا سمجھنے لگتے ہیں اور دنیا میں مخلوق پرستی اسی وجہ سے آتی ہے اور صدہا انسان اسی دھوکہ سے خدا بنائے گئے ہیں۔ مگر ہمارے اس زمانہ میں جس قدر عیسائیوں کا وہ فرقہ جو حضرت مسیح کو خدا جانتا ہے اس دھوکہ میں مبتلا ہے اسقدر کوئی اور قوم مبتلا نہیں۔ مسیح سے صدہا برس پہلے جو لوگ خدا بنائے گئے تھے جیسے راجہ رامچندر۔ راجہ کرشن۔ گوتم بدھ ہمارے اس زمانہ میں اُن کے پیرو متنبہ ہوتے جاتے ہیں کہ یہ اُنکی غلطیاں تھیں۔ مگر افسوس حضرت مسیح کے پیرو اب تک اس زمانہ میں بھی خواہ نخواہ خدائی کا خطاب اُنکو دے رہے ہیں اگرچہ اس خیال کا بطلان ایسا بدیہی تھا کہ کسی دلیل کی ضرورت نہ تھی

یہ دعویٰ کر دیا

مگر افسوس کہ عیسائی ابھی تک اس زمانہ کی ہوا سے دور بیٹھے ہیں بلکہ بعض لوگوں نے جب دیکھا کہ ایسے لغو خیالات کا زمانہ بھی دن بدن مخالف ہوتا جاتا ہے تو اُنھوں نے اپنی معمولی طریقوں سے مایوس ہو کر یہ ایک نیا طریق اختیار کیا کہ کوئی ان میں سے الیاس بنگیا اور کسی نے کہ میں مسیح ابن مریم ہوں اور میں ہی خدا ہوں اس مجمل فقرہ سے مراد میری یہ ہے کہ **لنڈن** میں تو **مسٹر پگٹ** نے خدائی اور مسیحیت کا دعویٰ کیا اور **امریکہ** میں **مسٹر ڈوئی** الیاس بن بیٹھے اور پیشگوئی کردی کہ مسیح ابن مریم پچیس برس تک دنیا میں آجاوے گا۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ ڈوئی نے تو بزدلی دکھلائی اور الیاس بننے میں بھی اپنی پردہ دری سے ڈرتا رہا اور مسیح نہ بنا بلکہ مسیح کا خادم بنا۔ اور پگٹ نے بڑی ہمت دکھلائی کہ خود مسیح بنگیا نہ صرف مسیح بلکہ خدا ہونے کا دعویٰ کیا۔ اب لنڈن والوں کو کسی بیماری آفت مصیبت کا کیا اندیشہ ہے جن کے شہر میں خدا اُترا ہوا ہے مگر میں نے سُنا ہے کہ لنڈن میں کچھ **یہودی** بھی رہتے ہیں اس لیے بیشک یہ اندیشہ ہے کہ انکو طبعاً یہ خیال ہوا ہو کہ یہ تو وہی مسیح ہے جو صلیب سے بوجہ غشی کے غلطی کے ساتھ زندہ اُتارا گیا اور پھر موقعہ پا کر مشرقی بلاد کی طرف بھاگ گیا اور اب ایسے طور سے اسکو صلیب دیں کہ کام تمام ہو جاوے اور پھر کسی طرف بھاگ نہ سکے اور ساتھ ہی یہ فکر بھی ہے کہ مبادا عیسائیوں کو بھی خیال آجاوے کہ **پہلا کفارہ پرانا** اور بودا ہو چکا ہے اور شراب خواری اور فسق و فجور کی کثرت نے ثابت بھی کردیا ہے کہ اس کفارہ کی **تاثیر** جاتی رہی اس لیے اب ایک **نئے خون** کی ضرورت ہے۔ سو میں ہمدردی سے کہتا ہوں کہ مسٹر پگٹ کو ان سب سے چوکس رہنا چاہیے۔

الغرض ان دنوں میں جبکہ زمین میں ایسے ایسے جھوٹے اور ناپاک دعوے کیے گئے ہیں اس لیے خدا نے جس کے کام عجیب ہیں **مجھکو** پنجاب کی سرزمین میں پیدا کیا اور میں **جیساکہ خدا نے مجھے فرمایا وہ سچا مسیح ہوں جو آخری زمانہ میں آنے والا تھا۔** اور میں صرف اپنے **مُنہ** سے نہیں کہتا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ وہ خدا جسنے زمین و آسمان بنایا میری **گواہی** دیتا ہے اُس نے اس گواہی کے پورا کرنے کے لیے صدہا نشان میرے لیے ظاہر کیے اور کر رہا ہے میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس کا فضل اُس مسیح سے مجھپر زیادہ ہے جو مجھ سے پہلے گذر چکا ہے۔ میرے آئینہ میں اسکا چہرہ اس سے زیادہ وسیع ہو کر منعکس ہوا ہے جو اُسکے آئینہ میں ہوا تھا۔ اگر میں صرف اپنے منہ سے کہتا ہوں تو میں جھوٹا ہوں لیکن اگر وہ میرے لیے گواہی دیتا ہے تو کوئی مجھے جھوٹا قرار نہیں دے سکتا

میرے لیے اسکی ہزارہا گواہیاں ہیں جنکو میں شمار نہیں کر سکتا

اے قادر اور کامل خدا جو ہمیشہ نبیوں سے ظاہر ہوتا رہا اور ظاہر ہوتا رہیگا یہ فیصلہ جلد کر کہ **پگٹ** اور **ڈوئی** کا جھوٹ لوگوں پر ظاہر کر دے کیونکہ اس زمانہ میں تیرے عاجز بندے اپنے جیسے انسانوں کی پرستش میں گرفتار ہو کر تجھ سے بہت دور جا پڑے ہیں سو اے ہمارے **پیارے خدا** انکو اس مخلوق پرستی کے زہر سے رہائی بخش اور اپنے وعدوں کو پورا کر جو اس زمانہ کے لیے تیرے تمام نبیوں نے کیے ہیں۔ ان کانٹوں میں سے ان زخمی لوگوں کو باہر نکال اور حقیقی نجات کے سرچشمے انکو سیراب کر کیونکہ سب نجات تیری معرفت اور تیری محبت میں ہے **کسی انسان کے خون میں نجات نہیں**

اے رحیم کریم خدا ان کی مخلوق پرستی پر بہت زمانہ گذر گیا ہے اب انپر تو رحم کر اور ان کی آنکھیں کھولدے۔

اے قادر اور رحیم خدا سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے اب تو ان بندوں کو اس اسیری سے رہائی بخش اور **صلیب اور خون مسیح کے خیالات** سے انکو بچالے۔

اے قادر کریم خدا ان کے لیے میری دعائیں سُن اور آسمان سے ان کے دلوں میں ایک نور نازل کر تا وہ تجھے دیکھ لیں۔ کون خیال کر سکتا ہے کہ وہ تجھے دیکھیں گے کس کے ضمیر میں ہے کہ وہ مخلوق پرستی کو چھوڑ دینگے اور تیری آواز سُنیں گے۔ پر اے خدا تو سب کچھ کر سکتا ہے تو نوح کے دنوں کی طرح **انکو ہلاک مت کر** کہ آخر وہ تیرے بندے ہیں بلکہ انپر رحم کر اور ان کے دلوں کو سچائی کے قبول کرنے کے لیے کھولدے۔ ہر ایک قفل کی تیرے ہاتھ میں کُنجی ہے۔ جبکہ تو نے مجھے اس کام کے لیے بھیجا ہے۔ سو میں تیرے منہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں نامرادی سے مروں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جو کچھ اپنی **وحی** سے مجھے تو نے **وعدے** دیے ہیں ان وعدوں کو تو ہی پورا کرے گا ضرور کرے گا کیونکہ تو ہمارا صادق خدا ہے۔

اے میرے رحیم خدا اس دنیا میں میرا بہشت کیا ہے بس یہی کہ تیرے بندے مخلوق پرستی سے نجات پا جائیں سو میرا بہشت مجھے عطا کر اور یہ ان لوگوں کے مردوں اور ان لوگوں کی عورتوں اور ان کے بچوں پر یہ حقیقت ظاہر کر دے کہ وہ خدا جس کی طرف توریت اور دوسری پاک کتابوں نے بلایا ہے اس سے وہ بیخبر ہیں۔

اے قادر کریم میری سُن لے کہ تمام طاقتیں تجھکو ہیں۔

آمین ثم آمین

ہم اور ہمارے ناظرین

ہم مفصلہ ذیل بزرگوں کے شکر گذار ہیں جنھوں نے دفتر الحکم کے ایک حصہ کے گر جانے پر خصوصیت سے مدد دی تھی۔ اگرچہ انھوں نے وہ امداد تعمیر دفتر الحکم کے فنڈ میں دی تھی مگر ہم انکی اس امداد سے انکی علمی خیرات کے صیغہ کو وسیع کر دیتے ہیں۔

منشی عبد العزیز صاحب نے میرٹھ سے ؎ اور منشی محمد اسماعیل صاحب نے منشی عبد العزیز صاحب کی تحریک پر ؎ میرٹھ سے روانہ کیے تھے۔ ہم ان ؎ کے بالعوض صاحبان ممدوح کی طرف سے ۳۵ اخبار ایسے لوگوں کے نام جاری کرینگے جو دو روپیہ پیشگی قیمت بھیجدیں۔ پس یہ نادر موقع الحکم کے اُن عاشقان زار کے لیے ہے جو اس کی پوری قیمت پر اسے خرید نہیں سکتے تھے۔ مگر یاد رہے کہ صرف فی الحال ایک سال کے لیے دو روپیہ سالانہ قیمت پر انکے نام اخبار جاری ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایسے معاونین کو نیک کاموں میں بہت کچھ مدد دینے کی توفیق عطا فرماوے آمین

جناب بابو **محمد افضل خان** صاحب کلرک ڈیرہ غازیخان۔ جناب بابو نذیر الدین صاحب بہامو اور جناب ابو سعید صاحب عرب۔ جناب چودھری محمد سرفراز خان صاحب رئیس ہڑولی خصوصیت سے شکریہ کے قابل ہیں جو الحکم کی توسیع اشاعت کے کام میں بڑی سرگرمی سے حصہ لے رہے ہیں۔ خصوصاً ابو سعید صاحب عرب جو آج تک الحکم کو بارہ تیرہ خریدار دیچکے ہیں انھوں نے الحکم کو برہما اور آسام کے علاوہ ملیبار اور پینانگ تک پہونچا دیا ہے۔

الحکم کہاں کہاں جاتا ہے؟ ناظرین الحکم کے لیے یہ مسرت افزا امر ہے۔ کل مقامات کی فہرست طویل ہے۔ مختصراً کشمیر سے لیکر راس کماری تک اور پشاور اور سرحد افغانستان سے لیکر برہما اور آسام تک اس کے علاوہ سیلون۔ مالابار پینانگ۔ سٹریٹ سٹلمنٹ۔ مصر۔ سمالی لینڈ۔ مشرقی افریقہ تک جاتا ہے

ڈاکٹر رحمت علی مرحوم

ناظرین الحکم ڈاکٹر رحمت علی صاحب مرحوم کے نام نامی سے خوب واقف ہیں ڈاکٹر صاحب اس سلسلہ میں ایک عالی ہمت اور مستعد نوجوان تھے افریقہ میں رہ کر انھوں نے اپنے قابل فخر نمونہ سے بہت لوگوں کو فائدہ پہونچایا اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی امداد میں ہزاروں روپیہ فراہم کر گئے جبکہ

ڈاکٹر صاحب اب سمالی لینڈ گئے ہوئے تھے اور ان کا دیوانہ ملا سو مالی لینڈ سے جو معرکہ ہو رہا ہے اس میں انکی خدمات لی گئی تھیں۔ ۲۰ جنوری ۱۹۰۵ء کے روزانہ پیسہ اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب بھالے کی ضرب سے اس جنگ میں کام آئے ہیں اگرچہ ابھی تک تفصیلی حالات معلوم نہیں ہوئے کہ یہ وہی ڈاکٹر رحمت علی احمدی ہیں یا کوئی اور ہیں۔ جہانتک پتا چلا ہے یہ نام ہمارے ہی مخدوم ڈاکٹر صاحب کا بتایا جاتا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو ڈاکٹر صاحب نے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی اس وفاداری اور فرمانبرداری کا کامل نمونہ دکھایا ہے جو انکو انکے امام و پیشوا کی طرف سے گورنمنٹ کے لیے سکھائی جاتی ہے۔

اگرچہ ڈاکٹر صاحب کی موت ہمارے لیے اور ڈاکٹر صاحب کے رشتہ داروں اور احباب کے لیے بشری تقاضا کے موافق سوگوار ہے لیکن کچھ شک نہیں کہ انھوں نے اپنی گورنمنٹ کی اطاعت میں اور وفاداری میں اپنی جان دی ہے جو ہر طرح سے قابل قدر موت ہے۔۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ + اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو اپنی جاودانی اور لازوال برکات سے بہرہ ور کرکر اور اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب عطا کرے اور آپ کے پس ماندوں دوستوں اور عزیزوں کو صبر جمیل (عطا کرے) آمین۔ خدا کا شکر ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا خاتمہ سلسلہ عالیہ احمدیہ ہی میں ہوا۔ ڈاکٹر صاحب نے تھوڑے سے عرصہ میں قابل رشک روحانی ترقی کی تھی۔

ناظرین الحکم میں سے جنکے پاس ڈاکٹر صاحب کا فوٹو ہو وہ دفتر الحکم میں بھیجدے اور ڈاکٹر صاحب کے واقفکار احباب خصوصاً ڈاکٹر فضل احمد صاحب سے ہم اُمید کرتے ہیں کہ وہ ڈاکٹر صاحب کی مختصر لائف ہمکو دے سکیں گے

مشاہیر سلسلہ عالیہ احمدیہ

الحکم کے معزز ناظرین آج کے الحکم میں مشاہیر سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سلسلہ میں حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سلسلہ عالیہ کے امام و پیشوا کی تصویر ملاحظہ کرینگے + اور اُمید ہے کہ وہ اس سلسلہ کو دیکھکر از بس محظوظ ہوں گے + آئندہ کے لیے ہمنے ارادہ کیا ہے اور خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ کرکے چاہا ہے کہ اس سلسلہ میں مشاہیر سلسلہ کے فوٹو اور انکی مختصر سی سوانح عمریاں درج کریں اور سطر حیر اگر خدا کو منظور ہو تو اس آخرین منہم کی مصداق قوم مشاہیر کی زندگیوں کا ایک مجموعہ آنے والی نسلوں کے لیے یادگار چھوڑ جائیں۔

آج علم التصویر کے ذریعہ بڑے بڑے مطالب اور مقاصد پورے کیے جاتے ہیں اور اس سے کام نہ لینا خدا تعالیٰ کی ایک نعمت کی ناشکری ہے جو اُسنے آج ہمارے لیے پیدا کی ہے + اسلیے ہم جہانتک ہمسے ممکن ہوگا اس سے کام لیں گے۔ اور محض خدا کے لیے ہم اس سے بارشاد رب کریم دینا ما خلقت ھذا باطلا کام لینا چاہتے ہیں۔

مشاہیر سلسلہ کی لائف کا سلسلہ کوئی نیا خیال یا امر نہیں ہے جو ہمارے دل میں آج پیدا ہوا ہے یا کسی صاحب کی تحریک و تقلید سے بلکہ یہ ہماری پرانی آرزو اور ایک دیرینہ محسوس شدہ ضرورت ہے چنانچہ الحکم نمبر ۲ جلد اول مورخہ دسمبر ۱۸۹۷ء میں اس خیال کو قوم کے سامنے ہمنے پیش کیا تھا اور پھر کسی امر کو ایک بڑی ضرورت کو پورا کرنا کے عنوان سے الحکم نمبر ۳ جلد ۲ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۸۹۸ء میں بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا۔ جس کے انٹروڈکٹری نوٹ کو ہم یہاں بھی دینا چاہتے ہیں

ایک بڑی ضرورت کا پورا کرنا

گذارش ضروری کے عنوان سے جو اشتہار متعلق بیعت ہمارے سید و مقتدی جناب مسیح الزمان سلمہ الرحمن نے شائع کیا تھا اُس میں با لقاء رب جلیل سیدنا مرزا صاحب ایدہ اللہ بروح منہ نے بیالعین کی فہرست اسماء معہ کوائف ضروریہ طیار ہونے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا اس امر کی ضرورت اور فوائد کے متعلق ہم سیدنا مرزا صاحب کے اس اعلان کو بجنسہ درج کرتے ہیں اور اسکی تکمیل کے طریق کے متعلق خود اتنا عرض کرتے ہیں کہ چونکہ ہر ایک کام اپنے اپنے وقت پر ہوتا ہے اور کسی نہ کسی ذریعہ سے ہوتا ہے اب ہم سمجھتے ہیں کہ اس مقدس ارادہ کے پورا ہونے کا وقت آگیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کام کو ایڈیٹر الحکم کے ذریعہ پورا کرا دے تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہے چونکہ اس ضرورت کو الحکم نے محسوس کر کے پہلے بھی بذریعہ الحکم ظاہر کیا تھا اور اب یہ تحریک ہمارے دل میں پھر بشدت ہو رہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر ہم اس کام کو شروع کرنے والے ہیں اس لیے ہر ایک صاحب جو ہماری جماعت میں شامل ہیں مندرجہ ذیل نقشہ کی خانہ پری کر کے ہمارے پاس بھیجدیں تاکہ اس ضروری کتاب کی تکمیل کے لیے ہمکو آسانی ہو۔

وہ نقشہ یہ ہے۔

نام	ولدیت	سکونت (پیشہ)	سکونت کا حال	تاریخ و سنہ بیعت	بعض ضروری کوائف

(ایڈیٹر)

اُسوقت ہمنے اس کتاب کو مرتب کرنا چاہا تھا بہت سے خطوط مبائعین کے اس نقشہ کی خانہ پری ہو کر ہمارے پاس آگئے تھے مگر بوجوہ چند در چند کام ملتوی ہو گیا لیکن اسپر بھی یہ ضرورت ہر وقت ہمکو محسوس ہوتی رہی۔ اور اب اس صورت میں اسکے پورا کرنے کا ارادہ ہمنے خدا کے فضل پر بھروسہ کر کے کیا ہے وہ چاہے تو ہم اسمیں کامیاب ہو کر رہینگے۔

جماعت کی تعداد بفضلہ تعالیٰ دن بدن بڑھ رہی ہے یہ ناممکن تو نہیں لیکن مشکل ضرور ہے کہ ہر ایک بیعت کرنے والے کے حالات اور تصاویر الحکم میں دی سکیں ہاں جن کے حالات شائع کرینگے وہ ایسے بزرگ ہوں گے جو قوم میں مسلم الثبوت عزت و وقعت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور جو کسی نہ کسی رنگ میں مشاہیر کہلانے کا حق رکھتے ہیں + ہم علیحدہ مطبوعہ خطوط کے ذریعہ ان بزرگوں سے انکے فوٹو اور حالات منگائیں گے + اور اس سلسلہ کے متعلق خریداران الحکم کے اہل الرائے لوگوں کے مفید مشوروں سے بھی فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرینگے۔

ہم جانتے ہیں کہ یہ سب کچھ محنت استقلال کے علاوہ اخراجات کے بڑھ جانے کا بھی موجب ہے۔ کیونکہ پہلے ہی الحکم کی موجودہ صورت کے تبدیل کرنے سے الحکم کے اخراجات قریباً ڈیوڑھے سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ اور سلسلہ مشاہیر کی ابتدا اور بھی اخراجات کے بڑھا دینے کا موجب ہوگی مگر ہم توکلاً علی اللہ اس کام کو کرنا چاہتے ہیں۔ قوم اسکی ضرورت سمجھتی ہے تو ہمیں مدد دے اور اگر نہیں تو اسکی خاموشی خود ہمیں خاموش رہنے کا سبق دیگی۔ اور جہانتک ہمسے ممکن ہوگا ہم کرنے کی کوشش کرینگے۔ اس کے واسطے قوم سے کوئی الگ چندہ نہیں مانگا جاتا صرف قوم کی اتنی توجہ درکار ہے کہ وہ اخبار کے لیے جدید خریدار بہم پہونچانے کی کوشش کرے۔ اگر کم از کم تین ہزار پانچ روپیہ سالانہ قیمت دینے والے خریدار الحکم کے لیے بہم پہونچ جاویں تو الحکم اسکے لیے بہت ہی مفید آرگن ہو سکتا ہے۔ لیکن کمی سرمایہ ہماری راہ میں بہت سی روکیں ڈالدیتا ہے تاہم خدا جسطرح چاہتا ہے یہ کام ہو رہا ہے۔ ہم اپنی محنت کی یہ جزا بھی کم نہیں پاتے کہ علی العموم قوم الحکم کی شکرگذار ہے اور وہ اسکو نہایت عزت اور محبت کی نگاہ سے دیکھتی ہے۔ اور قوم حسن ظن کے طور پر اپنے خادم ایڈیٹر الحکم کی خدمات کا اعتراف کرتی ہے اور اُسے کسی حد تک اس قابل سمجھتی ہے کہ وہ الحکم کا ایڈیٹر ہو یہ اُسکا حسن ظن ہے ورنہ من آنم کہ من دانم۔

بہرحال

ہم اس سلسلہ کو آج کی اشاعت سے شروع کرتے ہیں اور جیسا جیسا مناسب اور مصلحت وقت ہوگا ہفتہ وار یا مہینہ میں دو بار یہ تصویریں اور حالات شائع ہوتے رہیں گے۔

ایکبات اور بھی قابل ذکر ہے کہ ان خریداران الحکم کے حالات اور فوٹو بھی اس سلسلہ کے مشاہیر کے علاوہ ہم شائع کرینگے جو پانچ روپیہ سالانہ قیمت کے خریدار ہیں + یا جنھوں نے کم از کم پانچ خریدار الحکم کے لیے ہم پہونچائے ہیں یا پہونچاینگے مشاہیر سلسلہ کے الگ نمبر بھی مل سکیں گے جو ایک روپیہ چار آنے فی درجن کے حساب سے دیے جاینگے اور ایک درجن سے کم باہر نہ بھیجے جاینگے۔ ایک کاپی کے لیے ۳ (آنے) دینے پڑینگے اور محصول علاوہ۔

حضرت حکیم الامۃ کا مکتوب

السلام علیکم۔ قیدیان جنگ چار قسم کے ہوتے تھے اور اب بھی چار قسم کے ہیں اول وہ جو شرارت کے سبب سے اس قابل ہی نہیں رہتے کہ امن عام کے سخت دشمن ہوں ایسے لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے چنانچہ اب بھی کورٹ مارشل پر ایسا ہی ہوتا ہے ایسے لوگوں کا زندہ رکھنا ایک ایسے دانت کی مثال ہے جسکے ضرر سے دوسرے دانتوں کو تکلیف پہونچتی ہے اگر نکالا نہ جاوے تو سارے دانتوں پر اسکا بُرا اثر پڑ کر سبکو تباہ کر دیتا ہے دوسرے وہ قیدی جنکے بدلے روپیہ دیکر یا دوسرے قیدیکو چھڑانیکا فائدہ حاصل ہوتا ہے ان دونوں کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے۔ واقتلوھم حیث ثقفتموھم ۔ اِمَّا فِدَاءً میں ہے۔ سوم وہ جنکا مفت چھوڑنا ہی قرین مصلحت ہوتا ہے جنکا ذکر اِمَّا فِدَاءً میں آگیا ہے چہارم وہ جنکا واپس کرنا یا انکا بدلا لینا یا قتل کرنا مناسب نہیں ہوتا ایسے قیدی اب بھی مہذب گورنمنٹوں میں موجود ہیں اور پورٹ بلیر وغیرہ انھیں سے آباد ہیں۔ ایسے قیدیوں کی اگر شادیاں بیاہ روک دیے جاویں تو ان کے فطری قویٰ پر کیسا بُرا اثر پڑتا ہے۔ میرے ایک انگریزی خواں دوست نے ایسا اعتراض کیا تو مینے اسکو قیدیوں کی چاروں مثالوں سے سمجھایا تھا۔ اول بیمار دانت کو باندھا جاتا ہے اسکی سنجنوں سے مالش کیجاتی پھر کاٹا جاتا پھر اُکھاڑ کر باہر پھینک دیا جاتا ہے یہی حال ہے قیدیان جنگ کا۔ پس جو قیدی دائم الحبس ہوں انکو بیاہ سے روکنا تو جائز نہیں ہیں مرد ہوں یا عورتیں سبکو نکاح کی اجازت ہے۔ ہاں لونڈیوں کی تعلیم و تربیت چونکہ بڑی ضروری ہے اسواسطے شریعت اسلام نے یہ تجویز کیا کہ گھر میں بچوں کی طرح انکی تربیت کرو۔ اگر مسلمان اسکے خلاف کرتے ہیں تو شرع کے خلاف کرتے ہیں حکم تو یہی ہے من ادبہا حسن تادیبہا اور عبید کم حولکم وغیرہ وغیرہ بلکہ لونڈیوں کے نکاح میں تو ایسی رعایتیں رکھی ہیں

وانکحوا الایامیٰ منکم والصالحین من عبادکم وامائکم۔

ہاں جس شخص کو لونڈی سے بیاہ کرنا ہو اسکو لیے قرآن مجید نے کچھ شرطیں لگائی ہیں جیسے ومن لم یستطع منکم طولا ان ینکح المحصنات المؤمنات فمن ما ملکت ایمانکم من فتیاتکم المؤمنات۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لونڈیوں کے بیاہ خود کرنا علی العموم شریعت کو پسند نہیں اور تجربہ سے بھی ثابت ہوا کہ شاہان اسلام کے گھر میں لونڈیوں کی اولاد سے ہی سلطنت تباہ ہوئی۔

ہاں آپ کے ہاں جو لونڈیاں ہیں ہم انکو خوب جانتے ہیں وہ تو لونڈیاں ہیں ہی نہیں معلوم نہیں ہوتیں۔ والسلام ۲۳ جنوری ۱۹۰۵ء

نوٹ۔ تفسیر القرآن کا نمبر اگر خاکسار ایڈیٹر کو لاہور ایک ضروری کام کیلیے جانا نہ پڑتا تو بہت کچھ طیار ہو جاتا تاہم بہت جلد وہ نمبر انشاء اللہ تعالیٰ ایک ہی ہفتہ کے اندر شائع ہو جائیگا (ایڈیٹر)

نیوگ اور طلاق

مندرجہ بالا عنوان پر لاہور کی آریہ سماج اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کے بعض ممبران لاہور کے مابین عام جلسوں مین تقریری طور پر ایک قسم کا مباحثہ ہوتا رہا اور آخر اشتہار و نمبر نوبت آپہنچی۔ انجمن فرقانیہ لاہور کی طرف سے آریہ سماج پر ہر طرح سے اتمام حجت کی گئی۔ اور چار مختلف اشتہار اس سلسلے مین نکلے۔

حال مین پانچوان نمبر ہمارے پاس بغرض اندراج الحکم پہونچا ہے جو اس عنوان سے شائع ہوا ہے "نیوگ اور طلاق پر قطعی اور فیصلہ کن بحث اور نیوگ کے متعلق صاحب مجسٹریٹ پشاور کا فیصلہ" چونکہ اس پمفلٹ کی عام اشاعت کی غرض سے یہ ہمارے پاس بھیجا گیا ہے اس لئے ہم اس کے محفوظ رکھنے اور عام اشاعت کی اصول کو مدنظر رکھکر ذیل مین درج کرتے ہین۔ اور اس سے یکجائی لطف حاصل کرنے کیلئے اسے دبعض دوسرے مضامین کو ملتوی رکھکر ایک دفعہ ہی شائع کر دیتے ہین۔ (ایڈیٹر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

دنیا کی حرص و آز مین کیا کچھ نہ کرتے ہین
نقصان جو ایک پیسہ کا دیکھین تو مرتے ہین

زر سے پیار کرتے ہین اور دل لگاتے ہین
ہوتے ہین زر کے ایسے کہ بس مر ہی جاتے ہین

جب اپنے دلبرون کو نہ جلدی سی پاتے ہین
کیا کیا نہ انکے ہجر مین آنسو بہاتے ہین

پر ان کو اس سجن کی طرف کچھ نظر نہین
آنکھیں نہین ہین کان نہیں دل مین ڈر نہین

ان کے طریق دہرم مین گو لاکھہ ہوں فساد
کیسا ہی ہو عیان کہ وہ ہے جھوٹ اعتقاد

پرتب بھی اپنے ہین اُسی کو ہر سبب
کیا حال کر دیا ہے تعصب نے ہی غضب

دل مین مگر یہی ہے کہ مرنا نہین کبھی۔
ترک اس عیال و قوم کو کرنا نہیں کبھی

اے غافلان وفا نکند این سرائے خام
دنیائے دون نماند و نماند بکس مدام

ہمارے ایک دوست نے آریہ صاحبان کا وہ اشتہار ہمین دیا جس کو انہون نے ہمارے اشتہارات نمبر ۲ و ۳ و ۴ کے آخری جواب کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ہم تو اپنے اشتہارات چھپتے ہی سب سے پہلے آریہ صاحبان کے گھرون اور مجلسون مین بھیجدیا کرتے ہین۔ مگر افسوس کہ ہمارے مہربان دوست آریہ اپنے اشتہارون کو آپ ہی کچھ ایسا خلاف تہذیب خیال کرتے ہین۔ کہ اون کو ہمیں پہنچانے سے شرمندہ ہوتے ہین یا بخل کیوجہ سے نہیں پہنچاتے لیکن یون چھپانے سے یہ بات تو چھپ نہین سکتی بصارت اور انصاف رکھنے والے اصحاب اس بات کو خود محسوس کر کے افسوس ظاہر کر رہے ہین۔ کہ آریہ نے ہمارے کسی اشتہار کا کوئی جواب نہین دیا۔ صرف ہمین اور ہمارے مخدوم و سردار حضرت شمس الضحیٰ کہف الوریٰ فخر موجودات محمد مصطفیٰ صلعم اور ہمارے محترم امام ہمام مہدی و مسیح مجدد الوقت جری اللہ حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام اور اہل اسلام کے تمام فرقون کے معزز اور مستند اور خطاب یافتہ علماء و فضلاء و اکابر کی کنایۃ و صراحت سے توہین سے متشاری غیر متعلق اور فضول اور خلاف واقعہ باتین لکھکر ہماری دل آزاری کرنی چاہی ہے۔ لیکن ہم اُن کی نادانی اور بے سمجھی پر صبر کرتے ہین۔ ہمین ان کا آخری خطاب دیکھکر سخت افسوس پیدا ہوا ہے۔ کہ رسم و رواج و قوم و عیال اور دنیا کی محبت نے اُن کو ایسا سرگشتہ اور گرفتار کر لیا ہوا ہے کہ ان کی محبت کے غلبہ مین اپنی ثابت شدہ ناش غلطیون کو ترک کرنے اور اسلام کی بین اور روشن صداقتون کو قبول کرنے کیلئے ننگ دلی سے آمادہ نہیں ہوتے۔ اور ستّ سے پیار کا دعوے صرف زبانی ہی زبانی کرتے ہین عملاً نہیں۔ اُن کے اس آخری جواب کے بعد ہم نہیں سمجھتے کہ اون کی طرف سے کوئی اور اشتہار نکلیگا اور کسیطرح سے وہ تحقیق حق کے لئے ضروریات کو ہم پہنچانے کی کوشش کرینگے۔ خیر انور اور جبر سے حق منوانا تو اسلام میں جائز نہیں۔ یہ بات ہم انہین پر چھوڑتے ہین۔ البتہ اسقدر عرض کرنا ضروری سمجھتے ہین۔ کہ چونکہ ہر ایک کے سر پر موت کھڑی ہے۔ اسلئے اس چندروزہ زندگی کیلئے اپنی بے سمجھی اور ضدپر اڑے رہنا اور اسی کی پاسداری میں ہٹ دہرمی پر تلے رہکر حیلون اور غلط بیانیون سے حق پر پردہ ڈالنے کی کوشش کرنا اپنی ہی جانون پر ظلم عظیم ہوتا ہے ہماری نسبت غلط بیانی کرنا کہ ہم کو پہلے ہی توقع تھی کہ جب آپ لوگون سے کوئی معقول جواب ہمارے اعتراضات کا بن نہین پڑیگا تو آپ گالی گلوچ اور تہذیب اور شائستگی سے گری ہوئی تقریر اور تحریر پر اتر آئینگے بالخصوص آریون کو ہی ملزم ٹھیراتا ہے۔ کیونکہ بفرض محال اگر ہمنے انکو گالیان نکالی ہین تو یہ وہی گالیان ہین جن کے کھانے کی توقع اور یقین سے انہون نے ہمکو اشتہارات اور چٹھیات کے ذریعے باوجود ہمارے بار بار کے انکار اور تامل کے اصرار کے ساتھ مباحثہ کیلئے بلایا۔ اور جس نتیجہ کو پہلے ہی یقینی توقع رکھکر انہون نے ہمین مخاطب کیا تھا پھر اس سے رنج اور غصہ کہان بجا ہو سکتا ہے۔ اس کے تو وہ خود ہی ذمہ وار ہین۔ لیکن ان کی یہ باتین ہم پر سراسر تہمت ہین۔ ان لوگون کے ہاتھہ مین سچائی تو ہے نہین جس کی تائید کیلئے کوئی دلائل قطعیہ ان کے ہاتھہ مین ہون۔ اور قاعدہ ہے کہ ایک جھوٹ کے نباہنے کیلئے کئی اور جھوٹ اور دہوکہ بازیون کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ پس اب بھی حسب عادت طرح طرح کے لوگون کو دہوکہ دینے کیلئے ہم پر بہتان باندھنا اور تہمتین لگانا اور خلاف بیانی کرنا شیوہ بنا لیا ہے اسی خیال سے تو ہم نے تحریری مباحثہ کیلئے ان کو عرض کیا تھا کیونکہ زبانی مباحثات مین یہ لوگ اپنی ستمرہ عادت خلاف گوئی سے فائدہ اٹھاکر لوگون کو دہوکہ مین ڈال سکینگے۔ اور تحریری مین بے قابو آجائینگے۔ ناظرین آپ ہی غور کر سکتے ہین۔ کہ ابھی اون کے دو جلسون مین ہی ہم ان کے اصرار سے حاضر ہوئے۔ اور ہماری طرف سے مکرم بھائی ڈاکٹر میرزا یعقوب بیگ صاحب نے ان کے سٹیج پر کھڑے ہوکر اعلےٰ درجہ کی مہذب اور شائستہ زبان مین اُن کے مکروہ مسائل کی قلعی کہولی اور ان کو اپنے پریسیڈنٹ مسٹر روشن لعل صاحب بیرسٹر اور پبلک نے صراحت اور کنایہ سے انکی شکست پر گواہی دی۔ اور ہر دو جلسون مین اس بات کا پر زور الفاظ مین اُن کے پریسیڈنٹون کی زبان سے شکریہ ادا کیا گیا کہ احمدی جماعت کی طرف سے نہائت تہذیب اور محبت اور امن سے کارروائی ہوئی ہے۔ اس کے بعد کوئی تقریری موقعہ ہم سے مقابلہ کا انہیں نہیں ہوا۔ تو پھر ان لوگون کا یہ لکھنا کہ گویا ہم نے اپنی تقریر مین انہین گالیان نکالی ہین۔ ان کی چالبازی اور خلاف بیانی اور خود ساختہ بات نہیں تو اور کیا ہے؟ ہمارے پاس تو انکی چٹھیات موجود ہین۔ جن مین ان دونون جلسون کے بعد بھی بڑے اصرار سے ہمکو بلایا ان کے اشتہارات موجود ہین۔ انہون نے اپنے جلسون مین ہماری غیر حاضری مین ہمکو مخاطب کیا۔ اگر بفرض محال ہم پہلے گالیان نکال چکے تھے تو کس عقل اور ہوش سے ہم کو اسکے بعد التجائین کرتے رہے۔ اب تو ہمکو گالیون کی تہمت لگائی۔ اور اگر ہم انکار نہ کرتے اور ان کے طلب کرنے پر بھروسہ کر کے جلسون مین متواتر حاضر ہوتے رہتے تو ممکن تھا کہ کوئی اور سخت مکروہ تہمت ہمکو لگا دیتے۔ ہم موقع اور ضرورت پر ان کی چٹھیات بھی شائع کرینگے۔ منت اور سماجت اور التجاؤن سے گھر پر بلاتے۔ ہمارے امن اور مہذب اور شائستہ طور پر کارروائی کرنے پر پر زور الفاظ مین اسوقت شکریہ ادا کرنے اور اسکے بعد بھی ہمکو بلاتے رہنے اور ہمارے انکار کرنے (جو انکار صرف اسلئے تھا کہ ان کی نیتون مین حق جوئی معلوم نہ ہوتی تھی) کے بہت عرصہ بعد اب یہ کہنا کہ ہم نے ان کو گالیان نکالی تھین خوب ست کا وچار ہے۔

اب رہا یہ امر کہ گویا ہم نے اپنی تحریرون مین ان کو گالیان نکالی ہین سو ہم نے تو کوئی گالی اپنے کسی اشتہار مین نہین نکالی۔ گالی کی تعریف تو کسی شخص کے حق مین ایسے توہین اور حقارت آمیز کلمات بیان کرنیکے ہین جو اسکی نسبت خلاف واقعہ ہون۔ اگر کسی شخص مین کوئی واقعی نقص موجود ہو تو بنظر اصلاح اس نقص کے بیان کرنیکو گالی نہین کہا جا سکتا بلکہ وہ تو واقعہ اور اصلیت کا اظہار ہے۔ سچی بات کو صاف الفاظ مین بیان کرنیکو گالی کے مترادف اور ہم معنے سمجھہ لینا نادانی اور حماقت کی دلیل ہے اسیطرح اگر کوئی شخص اپنے حقوق طلب کرے تو اُس کے اس امر کو بھی گالیان سمجھنا ظلم ہے۔ اور ہم اس بات کو ناظرین پر چھوڑتے ہین۔ کہ وہ خود ہماری اور آریہ صاحبان کی تحریرات پڑھکر انصاف کرلین ہم ذیل مین چند امور لکھکر دکھاتے ہین۔ کہ جو کچھہ ہمنے لکھا ہے وہ نیکدلی اور سچی ہمدردی سے لکھا ہے۔ کیا وہ گالیان ہین۔

۱۔ ہم نے یہ لکھا تھا کہ آریون کے نامی مسافر اور دہرم کے پیشوا جناب پنڈت لیکھرام صاحب کا آریہ ست کیطرف سے مسلم وکیل منتخب ہوکر ہمارے امام مہدی و مسیح موعود حضرت میرزا غلام احمد علیہ السلام کو مقابلہ پر دونون مذہبون اسلام اور آریہ دہرم کے منجانب اللہ اور حق اور باطل ہونے کا قطعی فیصلہ کرنے کیلئے پیش ہونا اور اخیر مین پنڈت صاحب کی درخواست پر فریقین کا ایک دوسرے کی موت کے متعلق پیشگوئیونکو حق اور باطل کے فیصلے کیلئے اسطرح سے قطعی معیار مقرر کرنا کہ جس شخص کی پیشگوئی سچی نکلے اسی کا دین اور مذہب منجانب اللہ اور حق پر ہوگا۔ اور پیشگوئی جھوٹی نکلنے والے فریق کے مذہب پر قطعی ڈگری حاصل ہوگی اور فریق مغلوب کے مذہب کا باطل اور شیطانی ہونا اسی سے فیصلہ پا جائیگا۔ اس پر پنڈت لیکھرام صاحب کا پیشگوئی کرنا کہ مجھکو میرے پرمیشر نے خبر دی ہے۔ کہ میرزا غلام احمد صاحب قادیانی بمرض ہیضہ تین سال کے اندر مر جائیگے اور اس پیشگوئی کا سراسر جھوٹا نکلنا اور حضرت مخدوم کا تا ایندم زندہ ہونا اور پنڈت لیکھرام کا ہمارے مخدوم و مولے حضرت میرزا غلام احمد صاحب کی پیشگوئی کے مطابق باوجود قوی ہیکل اور مضبوط جوان ہونے کے احکم الحاکمین خدا کی سچی اور انتہائی عدالت کے حکم سے مقررہ وقت و یوم و ماہ و سال و طریق سے ہلاک ہوکر اسلام کے قطعی غلبہ اور صداقت اور منجانب اللہ ہونے اور آریہ دہرم کے باطل ہونے پر آسمانی مہر کے لگ جانے اور قطعی اور مستقل ڈگری حاصل ہونے کے بعد بجز ہٹ دہرمی اور ضد اور سینہ زوری کے کونسی معقول وجہ ان کے ہاتھون مین ایسی باقی رہگئی ہے؟ جس کے حوصلہ پر آریہ دہرم کو خدا اور مخلوق کے سامنے سچا بیان کر سکتے ہین۔ اس عظیم الشان آسمانی فیصلہ سے ایمانی فائدہ اٹھانا چاہیے تھا۔ اور ہم آریہ دہرم پر فتحمند اور منصور و ڈگری دار ہونے کی حیثیت مین اپنے فیصلہ اور ثابت شدہ حق کا آریون سے مطالبہ کرتے ہین۔ کہ تمام مباحثات سے پہلے وہ اس سے فائدہ اٹھائین اور اس کا جواب دین۔ کہ کیون اسکو ٹال مٹول مین رکھہ رہے ہیں۔ کیا انصاف کی رو سے اسلام پر اس فیصلے کے مطابق ایمان لانے اور آریہ دہرم کو باطل سمجھنے سے گریز کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے؟ کیا جس بات کو خدا نے جھوٹا ثابت کر دیا ہے اُس پر اڑے رہنا ست سے پیار ہو سکتا ہے؟ اب ناظرین انصاف کرین کہ ہم نے تو یہ امر حق پیش کر کے اپنا حق طلب کیا ہے کیا اس کا نام گالی ہو سکتا ہے؟

۲۔ ہم نے یہ لکھا تھا کہ اسوقت تک ہمکو یہی معلوم ہو سکا ہے کہ جناب سوامی دیانند جی مہاراج اور پنڈت لیکھرام جی مہاراج اور آریہ دہرم کے دوسرے مسلم پیشوا اور ہادی اور برہمچاری اور شریان مہان پرش اور شریمتیون نے باوجود نیوگ کی ضروریات پیش رہنے کے نیوگ کرنے کرانے کے عملی نمونے نہین دکھلائے۔ جو اس بات پر گواہی ہے کہ وہ بھی اس پر عمل کرنے سے فطرتاً پشیمان اور متامل تھے۔ سوامی جی مہاراج گرہست کے تعلقات سے الگ رہے۔ اسلئے انہین اُس غیرت اور شرم و حیا اور ضرورت عفت کا جو ہمارے اہل گرہست کیلئے ضروری ہوتا ہے کچھہ ذاتی تجربہ کبھی حاصل نہ ہوا۔ اسی محرومی کیوجہ سے انہون نے اس اندوہناک مسئلہ کو اپنی کتاب مین لکھکر اوراق کو ناپاک کر دیا۔ ہمارے ایمان مین یہ ایک نہائت ناپاک مسئلہ ہے۔ اور اس کا سرچشمہ بھی ناپاک ہے۔ کیونکہ روشنی

کہ سر چشمہ سے تاریکی نہیں پیدا ہو سکتی۔ اگر آریوں کو ان باتوں سے اتفاق نہیں تو مہربانی کرکے وہ ثابت کر دکھائیں کہ (۱) جناب سوامی جی مہاراج نے اپنی مصلحانہ زندگی میں کسی وقت نیوگ بھی اختیار کیا تھا؟ (۲) ان کو پاک اور باعزت خاندانوں کی ضروریات غیرت و حمیت وغیرہ کے ذاتی تجربہ سے حاصل ہو گئی تھی؟ (۳) انہوں نے خود یا اُن کی اجیا اور ہدایت سے اُن کے خاندان میں کسی نے نیوگ کیا کرایا تھا؟ (۴) اُن سے ان کا نیوگی یادگار کا سلسلہ چلا اور نیز یا اُن کے کسی وقت بعد تک ان کے سلسلہ حسب و نسب میں ہونے کا فخر رکھنے والے موجود ہیں؟ (۵) یہ مسلم بات ہے کہ لیکھرام جی مہاراج کو بوجہ اولاد نرینہ نہ ہونے کے اپنے گھر میں نیوگ کرانیکی ضرورت تھی سو باوجود ضرورت انہوں نے کبھی اپنے گھر میں نیوگ کرایا یا خود ہی کہیں کیا اور اسی سے اُن کا سلسلہ اولاد نرینہ چلا؟ (۶) یا زمانہ حال کے نامی آریہ لیڈروں میں سے ہی کسی نے اس پر عمل کیا یا کرایا ہو؟ لیکن جہانتک ہمکو معلوم ہے آریہ صاحبان ان باتوں کا کوئی ثبوت پیش نہیں کر سکتے۔ پھر ہماری بات کو کس عقل سے گالی قرار دیتے ہیں۔ خود اپنے پیشواؤں کی نسبت خلاف واقعہ بیان نہ کیجئے اور انکوں باتوں کا منسوب کرنا چاہتے ہیں جو ان میں نہیں رہیں گالیاں ہیں جو آپ اپنے بزرگوں کو دے رہے ہیں۔ ہم تو کسی کے بزرگ کو گالی دینا گناہ سمجھتے ہیں۔

اصل میں نیوگ دو لفظوں نے یا نیو اور وگ کا مشتق ہے نے اور نیو اس محبت اور یارانہ کو کہتے ہیں جو محبت کامستہ ... ہوتی ہے۔ اور وگ گائیوں کے گلے کو کہتے ہیں پس نیوگ کے معنے گایوں کے آپس میں نر و مادہ کو متعلق صحبت کے ہوئے۔ مطلے زبان کی عزت بھی تو جب ہی بحال رہ سکتی ہے کہ وہ اپنے اکثر الفاظ کی وجہ تسمیہ پیش کر سکے۔ نیوگ کی وجہ تسمیہ میں یہ بات بین طور پر پڑی ہوئی ہے کہ یہ وہ رسم ہے۔ جس میں گئو والے اچھے سانڈوں سے بچے حاصل کرنے کیلئے گایوں کو اُن کے پاس لیجاتے ہیں۔ اور گئو ڈانڈنے کے عوض میں سانڈ ہو کو پرورش کرنے کھلانے اور پلاتے ہیں۔ یہ ایک حیوانی رسم ہے۔ انسانوں کیلئے نہیں۔ ہم وید کے مصنفوں کو اس قدر بیعقل نہیں مان سکتے کہ ان کی اس رسم کو درج کرنے سے یہ مراد ہے کہ گویا یہ انسانوں کے لئے ہے جیسے سوامی جی نے انکو غلط سمجھا ہو گا۔ کیونکہ اگر فی الواقعہ وید میں اسطرح لکھا ہے تو بجائے اسکے کہ ان کی کچھ عزت کی جائے ان کو تو جہالت اور فحش کا تودہ ماننا پڑتا ہے ان آریوں کے قدیم آبا و اجداد مال و ندلوگ تھے یعنی اُن کی گذران گایوں پر تھی۔ اور بعضے کچھ کچھ کھیتی باڑی بھی کر لیا کرتے تھے۔ گایوں کے ریوڑ رکھتے، ان کی عزت اور ان کا فخر انہیں کی پرورش اور پالن کرنا ان کا ہنر و تمدن انہیں کی صحبت میں جنگلوں میں انکا بسیرا۔ انہیں کی پیداوار ان پر انکا گذارہ تھا۔ چنانچہ کرشن جی کا نام گئو پال مشہور ہے۔ حال جیسے مویشی پرور جنگلی لوگوں کی زندگی ان آریوں کی پرورش کا خفیف سا خاکہ یاد کراتی ہے۔ ان لوگوں میں کوئی تمدن نہ تھا قانون نہ تھا۔ اس لئے جب زمانہ ترقی کی تو اپنے حسب مذاق وید تصنیف کئے اور انہیں وہی حیوانیت کی باتیں لکھیں۔ جو گایوں کی صحبت میں رہنے سے ان میں بھی داخل ہو گئی تھیں۔ گئو کی سیوا اور عزت اور گئو پالن میں فخر کا اصول اسی زمانہ کی یادگار ہے۔ وید کی منتر جو دعائیں اور آرزو میں بھی تمام گایوں میں ترقی اور بہتری کے متعلق ہوئی ہیں۔ ممکن ہے کہ نیوگ کو ملنے پر لگا ہے پر وہ قوم عمل کرتی ہو۔ گو یہ بات بھی ثابت نہیں۔ لیکن اگر یہ بات ثابت بھی ہو تو بھی وہ خود ایک جنگلی اور غیر متمدن قوم تھی۔ اس جاہلیت اور گئو پالن کے زمانہ کی بن باسی رسوم کو اس تہذیب اور تمدن کے زمانہ میں پیش کرنا جہالت میں داخل ہے۔ گلے کو گئوماتا کہا جاتا ہے لیکن یہ اس لئے نہیں کہ اس کو حقیقی ماں سمجھا جائے اور اس کی عادات اور رسوم اور فطرت کو وراثت سمجھ کر اپنے لئے قاعدہ بنا لیا جائے۔

سوامی جی مہاراج خود اکثر بن باس خلوت اور تنہائی میں برہمچاری غور و بچار کرتے رہے۔ اور اس نئے زمانہ کی تہذیب اور شائستگی اور ترقی سے انکی اخلاق و معاشرت پر کچھ اثر نہ ہو سکا کثرت سے وید کی مطالعہ میں مستغرق رہنے کی وجہ سے ان کے دل پر بھی اسی قدیم آریہ گئو پالن زندگی کا نقشہ گہرا جم گیا اور اسی کے آثار کی لوگوں کو تعلیم کرنا شروع کر دی۔

۳۔ ہم نے لکھا تھا کہ تمام دیسی اقوام جن میں ہم اور آریہ شامل ہیں ایک دوسرے کے اعضا اور ہمسایہ ہیں۔ ایک دوسرے کے رنج و راحت میں شریک ہوتے ایک دوسرے کی شادی و غمی کے کاج و کام سنوارتے ہیں۔ ہمارے سامنے اور شرکت سے کئی آریہ بیاہ ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔ بیاہ کیطرح نیوگ بھی علے الاعلان ہونا ضروری ہے۔ الا وہ ناجائز متصور ہوتا ہے مخفی طور پر نیوگ نہیں ہو سکتا۔ وہ تو سوامی کے اصول سے ہی حرامکاری ٹھیرتی ہے آج تک ہمنے کسی آریہ گھرانے میں کسی کو نیوگ کرتے کرانے کا انتظام کرتے نہ دیکھا اور نہ سنا ہے۔ ہماری مخالفت نیوگ سے صرف اس لئے ہے کہ یہ ایک مکروہ بدکاری خیز رسم ہے۔ اور اس کے اعتقاد و اصرار و ارتکاب سے انسان فواحش کا مرتکب ہوتا ہے۔ ہم تو اپنے ہموطن اور ہمسایہ آریوں کو ایسے گند میں غرق ہوتا دیکھ نہیں سکتے ہمیں کچھ ہمدردی اسباب پر مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم آریوں کو اس سے روکیں لیکن دیکھ کر کہ آریوں کا واقعہ میں نیوگ پر عمل نہیں۔ ہمکو بڑی خوشی ہوتی ہے کیونکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ جس مراد کے لئے ہم سچائی کو آریوں کے پیش کرتے ہیں وہ مراد ہماری حاصل ہے اور ان کی اپنی نظر میں ہی ہماری تائید میں اُن کو نیوگ سے بلا ست باز رکھے ہیں یہ تو ظاہر حال ہے۔ لیکن انسان عالم الغیب نہیں ممکن ہو سکتا ہے کہ کسی رنگ تاریک کو ہمسایہ قوم سے شرم کے مارے آریوں نے مخفی نیوگ کو جائز بنا لیا ہو۔ کیونکہ اُن کا اپنا اختیار ہے۔ اور خفیہ طور سے نیوگ کرتے کراتے ہیں اسلئے اسکی اصلیت دریافت کرنیکی غرض سے ہم نے آریہ صاحبان کی خدمت میں ادب اور عاجزی سے یہ درخواست کی تھی اور اب بھی باادب زور سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ وہ ہم پر اسقدر مہربانی کریں کہ ایک ایسی فہرست مرتب کرکے شایع کریں جسمیں دو تین سو معزز لیڈنگ آریوں کے کمسے کم نام معہ مفصل پتہ کے لکھے ہوں جنہوں نے آپ یا اپنے گھروں میں نیوگ کیا یا کرایا ہو۔ کس کس کے ساتھ نیوگ کیا اور اس کا نتیجہ کیا ہوا۔ اسی طرح مفصل پتہ کے ساتھ دو تین سو ایسے بھاگوان ہیروں کے نام بھی اس فہرست میں درج کریں جو ایسی اس جو تھا ور علمی اور اخلاقی رسم سے فیضیاب ہوئیں اور ان کی فیضیابی کا نتیجہ کیا ہوا۔ اور ساتھ ہی اس کے تین چار سو نیوگ زادہ بچوں کے نام بھی لکھ دیں۔ ناظرین انصاف کریں کہ کیا ایسی درخواست کرنا گالی ہے؟

۴۔ مشاہدہ اور تجربہ ہی ایک شے ہے جس کے ذریعہ سے انسان کسی امر کے یقینی نتیجہ تک پہنچ سکتا ہے خشک خیال اور لاف گزاف بالکل بیہودہ ہوتے ہیں۔ اسوقت تک اور آئندہ اسوقت تک جب تک کہ مذکورہ بالا فہرستیں شائع نہ کریں ہم یہی سمجھتے ہیں کہ نیوگ کے متعلق آریوں کو خود کچھ تجربہ اور مشاہدہ حاصل نہیں صرف طبع آزمائی کی غرض سے یا نادانی سے خیالی لاف گزاف کر رہے ہیں۔ جائے غور ہے کہ جس نیوگ کو متعلق اپنا اور اپنی قوم کے اکابر کا کوئی تجربہ اور مشاہدہ پیش نہیں کرتے اور جس کے عمل ارتکاب کے خود بھی قائل نہیں۔ اور کوئی نمونہ اور نتیجہ نہیں دکھلاتے اور جس کا کوئی عملی وجود ہی ثابت نہیں کرتے اسی کے قابل عمل ہونے پر مباحثہ کرنے کیلئے ہم کو اور دوسرے لوگوں کو بلاتے کس راستبازی اور عقلمندی اور حق شناسی پر مبنی ہو سکتا ہے سوائے دو انچ زبان کے ان کے وجود کی کیٹی کے تمام ممبر اور ممبر اور اخبار تو ہماری تائید کا ثبوت دے رہے ہیں یہ تو مسلم بات ہے کہ نیوگی ضروریات تو ہر ایک آریہ گھروں میں ہوتی ہیں اور شاید ہی اُن کا کوئی خاندان نیوگ کی کسی نہ کسی ضرورت سے کسی وقت خالی ہو۔ تو باوجود ضروریات میں محیط ہونے کے نیوگ کو عملاً کرنے سے گریز کرنا اور اس سے فائدہ نہ اٹھانا ہمارے ہاتھ میں انکی شکست کی ایک زبردست دستاویز ہے۔

پیارو! خود تمہاری نیچر اسکو گندہ اور ناپاک اور مجرمانہ کام سمجھ کر اس پر عمل کرنے سے شرمندہ ہے۔ اور تم کسیطرح سے اپنی قوم میں عملی رواج ثابت نہیں کرتے تو انکے تو بھی سمتے ہیں۔ کہ نادان لوگوں کو دام تزویر میں لا کر مذہبی آڑ میں بے قید عیاشی کا لائسنس حاصل کر لیا جائے۔ اور اسی کی طفیل کفایت شعاری سے مزے اڑانا نصیب ہو۔ اگرچہ ممکن ہے کہ چند عقلمند عیش پسند جوانوں کا نیوگ کو مسئلہ کا ایڈووکیٹ بن کر اسکی ترویج کیلئے کوشش کرنا کسی ایسی غرض کیلئے ہی ہو لیکن ہم ان پر اسقدر بدظنی کرنا نہیں چاہتے۔ اتنا ضرور سمجھتے ہیں کہ دراصل نیوگ کو خود بھی ایسا گند جانتے ہیں کہ دل لو گرتے نہیں اور اگر کرتے بھی ہیں تو بھی اس کو ایسا گندہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے سامنے عملی گواہی پیش کرنے سے نادم ہیں۔ کیونکہ اگر فی الحقیقت اس کو ست سمجھتے ہیں۔ اور اسپر عمل نہیں کرتے تو آریہ دھرم کے رو سے دھرم سے دور اور ادست کرنے والے ٹھیرتے ہیں۔ لیکن ضروری ہے کہ ہر کام سے پہلے آریہ صاحبان ہماری مطلوبہ فہرستیں شایع کریں۔ تاکہ ہمکو بھی ان کے عملی نتائج اور فوائد اور نقصانات کے موازنہ کرنے کا موقعہ میسر ہو۔ زبانی لاف گزاف پر تو آپ لوگ بھی مباحثہ کرنا بیعقل سمجھتے ہونگے اس پر بحث ہو ہی کیسے سکتی ہے اب عرصہ قیل و قال میں بہت گذر چکا ہے۔ اسلئے ہم آریہ اصحاب کو ایک ماہ کی مہلت دیتے ہیں۔ اگر اس ایکماہ میں آریوں نے یہ فہرستیں مکمل اور مستند طور پر شائع نہ کیں تو اس کے یہی معنے ہونگے۔ کہ وہ جھوٹے ہیں۔ اور ہماری فتح کی ڈگری اور ایک اُن پر ہو جائیگی۔ اور ہمیں یہ حق حاصل ہوگا۔ کہ اس کو آریوں پر حجت پیش کریں۔ اور پبلک کو اس سے مطلع کریں۔ اس کے فیصلہ ہو جانیکے بعد ہم یہانتک بھی طیار ہونگے۔ کہ اگر آریہ صاحبان اسقدر ثابت کر دیں۔ کہ آریہ ڈیبیٹنگ کلب لاہور کے ممبروں نے ذاتی طور پر نیوگ کا تجربہ کر لیا ہے اور جن عورتوں کا جن مردوں سے نیوگ ہوا اُن کا مفصل نام و پتہ و اولاد وغیرہ ایک مستند فہرست میں شائع کریں۔ تو پھر بعد تحقیقات ہم انکے خیالات اور نتیجہ تحقیقات کو نیک نیتی سے عرض کر دیں گے۔ لیکن اگر اس سے بھی گریز کریں تو پھر انصاف نہیں ہو سکتا کہ دنیا میں کون گرشتہ انکو نیکچہ دے گا۔ اور کس منہ سے نیوگ اور آریہ دھرم کا نام لینگے۔ ناظرین غور کریں کہ کیا یہ گالیاں ہیں یا کہ واقعات کا اظہار؟

۵۔ کتاب ماننے والی قومیں اتنا تو مانتی ہیں کہ عورت اور مرد میں بیاہ کا وہی سمبوگ جائز ہوتا ہے جو سند کتاب کے مطابق کیا جائے آریہ بیاہ بھی وہی جائز ہو سکتے ہیں۔ جو ان کے وید دھرم کے مطابق ہوں۔ جو تعلقات وید کے مطابق نہیں وہ اور انکے تمام نتائج اور اولاد وغیرہ بھی ناجائز ہی ہوتے ہیں۔ آریہ صاحبان نیوگ کے عملی ثبوت کے مطالبہ کے جواب میں بکثرت پیش کرتے ہیں کہ زمانہ حال کے آریہ بیاہ وید کے مطابق نہیں ہوتے۔ اور اسلئے

نیوگ نہیں کرایا جاتا۔ آریون کی یہ ایک ایسی نامعقول بات ہے جسکے دوسرے معنی یہ ہیں۔ کہ تمام آریہ گویا زناکاری کرتے ہیں۔ اور ان کی تمام اولاد ناجائز ہے افسوس! ان لوگوں کی عقلوں پر کیسا پردے پڑ گئے ہیں۔ کہ اپنی قوم کا بھی حیا نہیں کیا۔ ہر حیثیت اور چال چلن کے انسان اُن میں موجود ہیں بڑے بڑے معزز اور شریف بھی ہیں۔ اُن سب کی نسبت ایسی باتیں کہہ دی ہیں جن کا بیان اعادہ کرتے بھی ہم کو شرم آتی ہے۔ ہمیں تو گالیاں دی ہی تھیں لیکن اپنی قوم کو بھی وہیں دبا دیا۔ ناظرین غور کریں کہ گالیاں نکالنے کے مگروہ الزام کا کون ملزم ہوتا ہے۔ ہم یا آریہ صاحبان؟

۶۔ اشتہار ۳ میں جسقدر حوالہ جات ہمنے درج کئے ہیں۔ وہ اُسی کتاب ستیارتھ پرکاش سے ہیں جس پر "مستند" لکھا ہوا ہے۔ آریون نے چالاکی اور دھوکہ دہی سے یہ لکھا ہے۔ کہ گویا ہمنے حوالون مین تصرف کیا ہے سو! اے ناظرین با انصاف مستند ستیارتھ پرکاش کو لیکر ہمارے اشتہار کی عبارتوں کو اُس سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ اگر ہمنے ایک لفظ بھی اپنی طرف سے ملایا ہو یا ہمنے مطلب بگاڑ کر ہوں تو بیشک ہم ملزم ہیں۔ ہان البتہ اس قدر تو ہر ایک انسان جانتا ہے۔ کہ حوالہ دینے کیلئے ساری کتاب کی نقل نہیں لکھی جاتی۔ نفس مضمون کے متعلق جسقدر ضروری ہوتا ہے ایسے طریق میں کہ مصنف کا منشا فوت نہو اقتباس کر کے لکھنا دیانتداری کا کام ہے اسیطرح ہمنے مصنف کے منشا کو رعائت رکھ کر نفس مضمون کے متعلق جتنا ضروری تھا لکھ دیا تھا کیا آریہ مشتہر صاحب یہ ثابت کر سکتے ہیں۔ کہ ہمنے ان حوالون مین اپنی طرف سے کوئی تصرف کیا ہے؟ ہم تو بار بار کہتے ہیں۔ کہ اُن عبارتوں مین جو ہم نے حوالہ کے لیے نقل کی ہیں اپنی طرف سے ایک حرف بھی کم اور زیادہ نہیں کیا۔ ہان اگر اس مستند کتاب کے سوا کوئی اور کتاب مستند ستیارتھ پرکاش آریہ صاحبان کے پاس ہے تو مہربانی کر کے یا تو اس مین سے وہی عبارتیں نقل کر کے شائع کر دین جو ہم نے لکھی ہیں یا وہ کتاب ہمارے پاس بھیجدیں ہم اسی سے عبارات نقل کر کے دوبارہ شائع کر دین گے۔ اور اس کے لئے آٹھ روز کی میعاد مقرر کیجاتی ہے۔ اگر آٹھ روز مین دونون باتوں میں سے آریہ صاحبان نے کوئی بات نہ کی تو ناظرین انصاف کرین! کیا یہ گالی ہے؟

۷۔ یہ بات عام طور پر مشہور ہو چکی ہے۔ کہ آریہ صاحبان نے زٹلی اور ابراہیم جیسے چند بازاری لکھاروں کو ساتھ ملا کر طرح طرح کی باریک اور مخفی چالاکیوں سے مسلمانوں کے تمام فرقوں کے معزز اور مسلم علماء اور فضلاء اور انجمنوں کی توہین کی۔ اور مقدس اور مطہر اسلام کے بر خلاف شرارت کی نیت سے منصوبے بنائے۔ کہیں ان سے جھوٹے اشتہار نکلوائے اور کہیں انگوشہ دیکر اپنی مجلسوں مین معزز اور خطاب یافتہ مسلمانوں کو ان سے گالیاں دلوائیں۔ کہیں ایک گمنام سائل پیشہ معلم کو مولوی اور وکیل اسلام بنانے کا منصوبہ کیا یافتہ خطابات دیگر مسلمانوں کا دل دکھایا۔

آریہ لوگ ایسی حرکتیں تمام مسلمانوں کی توہین کی نیت سے کر رہے ہیں۔ اور اس بیہودگی پر اسقدر مصر ہیں کہ اب تک بھی ان باتوں سے باز نہیں آتے۔ باوجودیکہ مسلمانوں کے تمام معزز فرقوں سنی۔ شیعہ۔ غیر مقلد وغیرہ کے مسلم اور مستند علماء اور لاہور کی تمام مسلم اور مستند انجمنوں نے صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ ابراہیم کسی فرقہ یا انجمن کیطرف سے وکیل اسلام نہیں۔ لیکن پھر بھی آریوں نے اپنے اشتہار مین لکھا ہے۔ کہ اب تک وہ ابراہیم کو وکیل اسلام ہی تسلیم کرتے ہیں۔ اس منصوبہ کو تقویت دینے کے لیئے انہیں لکھو ہر مسلمان نام کی ایک انجمن بنوالی ہے جس کا نام حامی اسلام رکھ لیا ہے۔ لاہور مین کوئی مستند انجمن حامی اسلام مسلمانوں کے کسی فرقہ کی موجود نہیں۔ اور یہ منصوبہ بھی ہمارے اشتہار ۳ کے بعد بنایا ہوا ہے۔

ہم تو حیران ہیں۔ کہ ان پڑھے لکھے آریوں کو کیا ہوا کیوں خدا سے مقابلہ کی ٹھان لی ہے۔ ان کی عقلیں کہاں گئیں۔ صداقت ایسی شرارتوں سے تو حاصل نہیں ہو سکتی۔ ناظرین ذرا غور سے آریہ صاحبان کے پہلے اشتہار کی سطر ۲۴ و ۲۵ پڑھ کر دیکھیں کہ اس مین صاف لفظوں مین لکھا ہے کہ آپ کا یہ ظاہر کرنا کہ آپ تمام اہل اسلام کے وکیل بن کر ہم سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ماننے کیلئے ہرگز تیار نہیں جب تک کہ اہل اسلام کی کم سے کم دو چار مستند انجمنوں کی طرف سے اس امر کے ثبوت مین آپ تحریرات شائع نہ کرا دین" اسمیں آریون نے آپ ہی ایک اصول قائم کیا ہے کہ ان کے نزدیک وکیل اسلام وہ شخص ہی تسلیم ہو سکتا ہے۔ جس کی وکالت کے ثبوت مین دو چار مستند انجمنوں نے پہلے سے تحریرات شائع کر دی ہوں۔ یہی ایک ضروری اور اقل معیار اسلامی وکالت کے لیے انہوں نے خود مقرر کیا ہے تو اب اگر ان صاحبان مین کچھ بھی غیرت اور حیا اور حق پروری کا خیال ہے۔ تو وہ ثابت کرین۔ کہ انہوں نے ابراہیم کو وکیل اسلام اسلئے تسلیم کیا ہے کہ اسکی وکالت کے ثبوت مین دو چار مستند انجمنوں کیطرف سے ان کے تسلیم کرنے سے پہلے ایسی تحریرات شائع ہو گئیں تھیں کہ گویا انہوں نے ابراہیم کو اسلام کی طرف سے ان کے ساتھ مباحثہ کرنیکے لیئے وکیل منتخب اور منظور کیا ہے۔ اور ہم یقیناً کہتے ہیں کہ لاہور کی ایک بھی مستند انجمن کیطرف سے کوئی ایسی تحریر شائع نہیں ہوئی تو باوجود اسبات کے پھر بھی انکا ابراہیم کو وکیل اسلام اور مولوی لکھنا کس ایمانداری اور حق پروری پر مبنی ہو سکتا ہے۔ ہم اسوقت آریوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ دو چار مستند انجمنوں کی طرف سے ایسی تحریرات شائع شدہ پیش کرین اور اگر وہ پیش نہ کرینگے اور ہرگز وہ پیش نہ کر سکینگے تو اے اہل انصاف یاد رکھو کہ ان لوگوں کی نیتوں مین منصوبہ بازی اور شر انگیزی کے سوا اور کیا ہے۔ اور اُن پر اور ان کے طریق دوسرے پر منصوبہ بازی اور باطل ہونے کی ایک اور مہر لگ گئی ہے۔ کیا کوئی آریہ ہے جو ایسی تحریر پیش کر کے اس سیاہی کو چہرے سے دور کر سکے! ہم کو آریوں کی اس دستاویز نے حق دیدیا ہے۔ کہ ہم انکو خلاف گو کہیں۔ اے آریہ دوستو! سوچو! کیا یہ حق جوئی آپکی ہے؟ حق سے مقابلہ کرنے سے آپ کو یہ خفت اور شرم اٹھانا پڑی۔ اب بھی باز آؤ اور حق سے فائدہ اٹھاؤ۔

۸۔ جو لوگ علے الاعلان فواحش اور زناکاری کرتے ہیں۔ اُن سے کون عقلمند تعارض کرتا ہے۔ آریہ صاحبان اگر یہ دکھلا دین کہ وہ علے الاعلان نیوگ کرتے ہیں۔ تو ہم بھی انکو کیونکر تعارض کرینگے کیونکہ نیوگ ہمارے ایمان مین زناکاری ہی ہے۔ خلافت اور وراثت انسانی خاصہ ہے۔ جس کے لیئے اس کو دوسرے حیوانوں سے امتیاز حاصل ہے۔ اسی لیئے تحقیق و حفاظت نطفہ فطرتاً لازمی ٹھہر کر انسانی حقوق کے بچاؤ کا ایک ہی ذریعہ ہے اور اسی لیئے اس کی خلاف ورزی سخت ظالمانہ حق تلفی ہونیکی وجہ سے زناکاری نام رکھاتی ہے۔ اور حکومت اور قوم کی طرف سے سخت عقوبتوں سے قابل سزا ٹھیرتی ہے۔ نیوگ مین تحقق و حفظ نطفہ کے اصول قایم نہیں رہتے اور اسی لیئے یہ زناکاری ہے۔ قانون سرکاری کے رو سے بھی بیاہی عورت کا اپنے خاوند کی موجودگی مین اُس کے سوا کسی غیر سے کسی حالت میں ہم بستری کرنا زناکاری ہے۔ اسی کے متعلق صاحب مجسٹریٹ درجہ اول ضلع پشاور نے بمقدمہ مہرچند بنام گنگا بشن وغیرہ ۳ دسمبر ۱۹۰۳ء کے فیصلہ مین لکھا ہے مستغاثہ یہ بھی بیان کرتا ہے۔ کہ کتاب مذکور کے صفحہ پر لکھا ہے کہ دیانند کے پیرو زناکار ہیں۔ اور چونکہ مستغیث بھی دیانند کا ایک مرید ہے۔ اس لیئے اس بیان سے اسکی بھی توہین ہوئی ہے۔ اصل کتاب کی عبارت یہ ہے "آپ اس فن زناکاری کے استاد (دیانندجی) کی تحریری ہدایات کے مطابق یہ دیانند کے پیرو زنا کرین اور کرائینگے"۔ اسبات سے انکار نہیں ہو سکتا کہ دیانندجی کی خاص مذہبی کتاب ستیارتھ پرکاش مین فن ہمبستری کے متعلق ہدایات درج ہیں۔ اور مستغیث بھی اس بات کو تسلیم کرتا ہے۔ کہ اُس کا اس مسئلہ پر ایمان ہے۔ جسمیں ایک بیاہی عورت اپنے شوہر کی زندگی مین اسکے سوا غیر بیاہے مردوں سے ہمبستری کر سکتی ہے۔

یہ رسم بیشک زناکاری ہے

ملزم نے نیک نیتی کے ساتھ صحیح واقعہ بیان کر دیا ہے کہ دیانندجی کے پیرووں نے مسئلہ نیوگ پر ایمان لا کر اب زناکاری شروع کر دی ہے۔ اور اگر وہ اسی ایمان پر قائم رہے تو زیادہ زور سے زناکاری کا ارتکاب کرنے لگ جائینگے۔ پس نیوگ قطعاً زناکاری ہے۔ اور جس کتاب مین اس کی ہدایات درج ہیں وہ کتاب بھی فحش آموز ہے۔ آریوں نے ہم پر گالی نکالنے کی جھوٹی تہمت لگاتے ہوئے ذرا شرم نہیں کی کہ گالیاں تو نیوگ کا نام پبلک کے سامنے لینا ہے۔ زناکاری کے حامی خود زنا کرتے کراتے رہیں تو خیر ہے۔ لیکن اگر وہ دوسرے لوگوں پر طرح طرح کی اغوا آمیز تعریفوں سے اس کا اثر ڈالیں اور ان کو اور اُن کی عورتوں کو اس کے مرتکب ہونے کی ترغیب یا نصیحت کنایہ یا صراحت سے کر دین تو وہ اغوا اور توہین اور بدچلنی اور بد اخلاقی پھیلانے کے مرتکب ہونے کے مجرم ہیں۔ یہی حال آریوں کا ہے۔ کہ نیوگ کے زناکاری مین مبتلا کرنے کیلئے مختلف قسم کے حیلوں سے لوگوں کو اغوا کر رہے ہیں۔ زناکاری کے حامی اور مرتکب اخلاقی دنیا مین کسی شرافت اور حیثیت کا دعوے نہیں کر سکتے۔

ناظرین غور کرین۔ کہ یہ لوگ جو تمام ہندوؤں کو زناکار بنانا چاہتے ہیں۔ کیا یہ گالیاں نہیں ہیں۔

۹۔ اسبات کو تو ہر ایک آدمی جانتا ہے۔ کہ انسان کا ابتدائی نام نطفہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد جنین پھر بچہ وغیرہ نام رکھاتا ہوا اپنے عمر کے سب مرحلے طے کرتا ہے۔ اور اس بات سے بھی اکثر لوگ واقف ہونگے۔ کہ تشخیص و تعزیر جرایم میں سیاسی طور پر ہر رنگ جرم کی عظمت اور خفت کی رعائت بھی بیجا سمجھی گئی ہے۔ ایک پیسہ چوری کرنے والا بھی چور اور لاکھ روپیہ چوری کرنیوالا بھی چور کہلاتا اور سنگینی جرم کے لحاظ سے مساوی سزا پاتا ہے۔ انسان فروشی کے جرم مین نطفہ سے لیکر اخیر عمر تک انسان کا خرید و فروخت کرنا انصافاً شامل ہین۔ اور اسی اصول پر برٹش گورنمنٹ نے بھی نطفہ سے لیکر اخیر عمر تک انسان کی حفاظت کے لئے قوانین نافذ کئے ہوئے ہیں۔ اسی معقول گورنمنٹ نے اسقاط حمل اور قتل کا قانونی انسداد بھی اسی واسطے کیا ہوا ہے۔ نیوگ تو فی الواقعہ انسان فروشی ہی ہے۔ اس مین ایک جوان تھوڑی سی مٹھائی یا روپیہ یا لذت کے عوض مین اپنا پیارا لخت جگر جس کا ابھی نطفہ نام ہے۔ کسی دوسرے کے ہاتھ اس کی بیوی سے ہمبستری کر کے فروخت کرتا ہے۔ اور یہ ایک ایسی قطعی بیع ہوتی ہے۔ کہ پھر ایک دوسرے یعنے حقیقی والد و مولود کا باہمی کوئی تعلق نہیں رہنے دیا جاتا۔ اور دونوں ایک دوسرے کی راحتوں اور خوشیوں اور فائدوں سے ہمیشہ کیلئے منقطع اور محروم کر دیئے جاتے ہیں۔ دونوں کے حقیقی حقوق پر ایک غاصبانہ اور ظالمانہ حملہ ہوتا ہے۔ اسلیئے نیوگ جسکا دوسرا نام **انسان فروشی** صحیح ہے۔ انسان کو حقیقی حقوق سے ظالمانہ اور غاصبانہ طور پر محروم کرنیکا ذریعہ ہے۔ اور تہذیب اور انسانی شرافت

اور بے اور ہٹ اور غیرت اور عقل اور اصول تمدن جمہور اور حق شناسی اور حقیقت اور سچائی کے سراسر خلاف ہو +

۱۰ نیوگ جبکہ اپنی کیفیات کے لحاظ سے زناکاری اور انسان فروشی وغیرہ جرائم کی ہم شکل ہو۔ اگر اس کو صرف اولاد لینے کے بہانہ سے جائز قرار دیا جائے۔ تو ہر قسم جرائم اور سیاسی اور بداخلاقیوں اور ظلموں کو مختلف قسم کے حیلوں اور بہانوں کی بنا پر جائز ٹھیرانا اور رواج دینا پڑے گا۔ اور اس لئے اس ایک جرم کا رواج ہزارہا جرائم کا دروازہ کھول دیگا۔ اور اس کثرت سے ملک میں جرائم شروع ہو جاینگے جن کا انسداد مشکل ہو جاویگا۔ اور ملک میں بے امنی اور فساد پھیل جائیگا۔ اور تہذیب سے گر کر ملک وحشت اور جہالت میں غرق ہو جائیگا۔ اور اسی قدیم زمانہ کے بن باسی جنگلی گنوار پن زندگی کی طرف تنزل کر جائیگا۔

۱۱۔ نیوگ کرانے والوں کو سخت مکروہ دہوکہ بازی کا بھی مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ کیونکہ یہ بیان کیا جاتا ہے۔ کہ اصل مقصود اس سے اولاد حاصل کرنا ہے تو ساتھ ہی اس کے یہ بھی ضروری خواہش ہوتی ہے کہ اولاد مضبوط تندرست اور خوبصورت حاصل ہو۔ اور اس غرض کے حاصل کرنے کیلئے کسی تنومند اور خوبصورت صحیح القوی جوان کو تلاش کیا جائے۔ پھر اگر کہیں ایسا جوان دستیاب بھی ہو جائے اور اس کا نیوگ کرنے کا خیال نہ ہو اور ادہر اولاد کے مطلب برآری مدنظر ہو تو چونکہ جوانی میں لوگ اکثر مغلوب الشہوت ہوتے ہین اسکو نیوگ کی خواہشمند نازنین اپنے حسن کی آراستگی اور طرح طرح کے ناز و انداز سے فریفتہ کرکے دہوکہ سے نیوگ کرا سکتی ہے۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے بعض شریر لوگ گلے کے خوشنما زیوروں کو سڑکوں پر ڈال کر ناواقف لوگوں کو لوٹ لیا کرتے ہین۔ ہم یہ تو نہیں کہتے کہ تمام آریہ ایسے ہی کرتے ہیں البتہ یہ ضرور ہے کہ ایسی صورت کا پیش آنا ممکن ہو +

۱۲۔ یہ امر تسلیم کیا گیا تہا کہ یہ مباحثہ تحریری قومی اور قطعی ہوگا۔ اور یہ انتظام قرار دیا گیا تہا۔ کہ فریقین اپنے اپنے مذہب کے حامیوں کو شریک کرینگے۔ چنانچہ اسی قرارداد کے مطابق اسلام کے حامیون کو شریک کرنے کیلئے ہم نے اشتہار ۱ شایع کرکے ان کو درخواست کر دی تہی۔ کہ مسئلہ نیوگ پر اپنے اپنے اعتراضات لکھکر ہمارے پاس بہیجدین۔ تاکہ حسب قرارداد اُن کو مرتب اور مرتب اور شایع کرکے آریون کے پاس جواب کیلئے بہیجدیا جائے۔ اور آریہ صاحبان کو صاف لفظون میں بار بار بذریعہ اشتہارات کہا گیا تہا۔ کہ اسی قرارداد کے موافق آپ بھی آریہ مت کے حامیون کو اشتہارات دیکر درخواست کرو۔ کہ مسئلہ طلاق پر اپنے اعتراضات آپ کے پاس بہیجدیں۔ پہر ان کو اسیطرح شایع کرکے آپ ہمارے پاس بہیجدین۔ لیکن افسوس کہ آریہ صاحبان نے ہمارے اشتہار ۱ کی درخواست اور شرائط قرارداد کے مطابق کوئی اشتہار نہ دیا بلکہ آج تک نہیں دیا چونکہ یہی ایک طریق قومی فیصلہ کیلئے سب سے ضروری تہا۔ اس سے آریون نے پہلوتہی کرکے ثابت کر دیا کہ در حقیقت مباحثہ تحریری سے وہ گریز اور فرار کر گئے۔ آریون نے اب تو کئی ماہ گذرنے کے بعد لوگوں کی سخت ملامت اور شرمندہ کرنے سے تنگ آکر اپنا داغ مٹانے کیلئے یہ اشتہار شایع کیا ہے۔ اور لوگون کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے بلا رہے ہین۔ ورنہ اگر اُن میں سچی جرأت ہے۔ اور ان کا یہ اشتہار سچا ہے اور وہ خود سچ دہرم رکہتے ہین۔ اور سچ اور جہوٹ کا نکہیڑا چاہتے ہیں۔ تو ہماری مطلوبہ باتیں پوری کر دیں اور پہر ہمین اپنا جواب سنائیں۔ اور ہم سے سنیں۔ اگر ہماری اسبات مین بہی آریہ صاحبان لوگون کو مغالطہ دینا چاہیں تو ہم انکو اسی کی قسم دیکر عرض کرتے ہیں جو ان کے نزدیک سب سے زیادہ پاک اور معزز ہو۔ کہ وہ اپنا وہ اشتہار پیش کرین جو انہون نے ہمارے اشتہار ۱ کی درخواست کے مطابق شایع کیا ہو جسمین اپنی قوم کے حامیون سے طلاق پر اعتراضات جمع کرنیکا انہون نے انتظام کیا ہے۔ اسبات کو انصاف پسند ناظرین خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اگر آریہ صاحبان کوئی ایسا اشتہار پیش نہ کر سکین اور یقیناً وہ پیش نہ کر سکینگے تو یہ بات ان کے گریز اور اسلام کی فتح پر بین ثبوت کا حکم رکہنے والی قرار پا جائیگی۔ ہم اسبات کو دوبارہ واضح کرنا چاہتے ہین۔ کہ ہماری یہی اصولی شرط تہی جس کی بنا پر تحریری مباحثہ منظور کیا تہا۔ تاکہ یہ ایک قومی مباحثہ ہو اور ایک دفعہ کامل تیاری کے ساتھ ان مسائل کا فیصلہ ہو جائے گو فرداً فرداً قوم و ملک کا وقت ضایع نہ ہو اور ناحق کے جہگڑون سے ہمیشہ کیلئے امن ہو جاوے۔ لیکن جس بات کیلئے آریہ صاحبان گریز کرتے تہے۔ آخر مجبوراً انہون نے وہ اپنے اس اشتہار مین اب لکہدی ہے "کہ آریہ سماج میں ہر ایک شخص اپنے ساختہ پرداختہ کا خود ذمہ وار ہے۔ اور یہی آپ مین اور ایک آریہ سماجی مین بڑا فرق ہے۔ کیونکہ آریہ سماجی اندہا دہند کسی شخص پر اعتبار نہین کر سکتا" گو آریہ صاحبان نے بڑے فخر سے یہ کلمات لکہے ہیں۔ لیکن فی الحقیقت یہ شرمناک کلمات ہین۔ ایک تو اس لئے کہ ان سے یہی سمجہا جاتا ہے کہ کوئی آریہ آپس مین اعتبار کے قابل نہیں۔ جب باہمی اُن کو ایک دوسرے پر اعتبار نہیں تو باہر اعتبار کا کیا حق ہو سکتا ہے۔ ان کا مذہب ان مین قومی تمدن اور تشکل اور قومیت اور حمیت اور اخوت قایم نہین کر سکا۔ نفسانفسی اور تفرقہ ہی تفرقہ ان مین ہے۔ اس لئے کہ اگر ان مین یہی باتین تہین تو ان کو ابتدا مین ہم سے مخفی رکہکر ہم کو اس دہوکہ مین رکہا کہ ان مین قومیت کا سلسلہ ہے۔ پہر جب بہت روپیہ اور کوشش اور وقت ہمارا خرچ ہو چکا تو اس کے بعد اس راز کو کہولا۔ ہمارے اشتہارات کو دیکہلو ہم تو قومی اور قطعی مباحثہ کرنا چاہتے تہے۔ مگر ایک ایک کے ساتھ کون مباحثہ کر سکتا ہے۔ یہ بات تو ہم کو اب ہی معلوم ہوئی ہے۔ کہ یہ صاحبان ویدوں کو الہامی بہی نہین مانتے۔ کیونکہ اس امر کی تصدیق کرنے والے گواہوں اور ویدوں کے لانیوالوں پر ہی ان کا اعتبار نہین ہو سکتا تو یہ کیسے الہامی ہو سکتے ہین۔ یہ بہی ہم کو اب معلوم ہوا ہے۔ کہ سوامی صاحب پر بہی ان کا اعتبار نہین۔ اور وہ اپنے ساختہ پرداختہ کے خود ذمہ وار تہے اُن کی تعلیم سے اِن کا کوئی واسطہ نہیں وغیرہ وغیرہ ہم کو تو سخت افسوس ہوتا ہے جب ہم یہ دیکہتے ہین کہ اس ساری کارروائی کی ذمہ واری کا بوجہ بہی صرف بیچارے منشی دہرم چند پر ڈالکر سب الگ ہو گئے۔ اور وہی ہمارے مخاطب ٹھیرتے ہین۔ کیا یہی حقیقت تہی جس کے حوصلہ پر ہمارے صادق و مصدوق امام حضرت

میرزا غلام احمد صاحب

کے ساتھ مباحثہ کرنا چاہتے تہے۔ اس واسطے اب یہ ضرورت بہت زور سے پیش آگئی ہے کہ آپ تمام آریون کیطرف سے مصدقہ مختارنامہ حاصل کرین۔ یا اس شخص کو ہمارے مقابل پر پیش کرین جس کے پاس تمام آریوں کی طرف سے مختارنامہ موجود ہو۔ کیونکہ جدا جدا ایک ایک سے مباحثہ تو ہماری دس عمرون مین بہی ختم نہین ہو سکتا۔ آریہ صاحبان مختارنامہ حاصل کئے بغیر ایک حرف بہی بول نہین سکتے اور نہ لکہہ ہی سکتے ہین +

۱۳۔ ناظرین جانتے ہین۔ کہ آریہ صاحبان نے ہم سے بحیثیت احمدی جماعت ہونے کے مباحثہ کرنا منظور کیا تہا۔ چنانچہ ان کے پہلے اشتہار مین یہ عبارت ہے "آپ کو ایک محدود احمدی جماعت کی حیثیت مین سمجہتے ہوئے بہی ہم آپ سے مباحثہ کرنے کیلئے بخوشی تیار ہین" اور اس کے لئے اُن کو جبر نہین کیا گیا تہا بلکہ خود اپنی خوشی سے انہون نے ہمین کہا تہا۔ اس نئے اشتہار مین انہون نے لکہا ہے۔ کہ گویا ہمیر کفر کے فتوے لگے ہین وغیرہ وغیرہ۔ اب یہ ظاہر ہے۔ کہ آریہ صاحبان کو اس امر کے اشتہار مین بیان کرنیکی اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اُن کے نزدیک کفر کے فتوون کے ذریعے سے ہماری اس حیثیت مین اب تغیر اور فرق آگیا ہے جس کو مباحثہ منظور کرنے کے وقت انہون نے تسلیم کیا تہا۔ کیونکہ مباحثہ منظور کرنے سے پیشتر کی حالت کا اب [illegible] بیان کرنا تو اُسوقت بہا اور عقلمندی کا کام ہو سکتا تہا۔ جسوقت ہمکو مباحثہ کیلئے بلایا تہا اور پہر جسوقت ہم سے تحریری مباحثہ طے کیا گیا تہا۔ اور یہ بہی مسلم بات ہے کہ کسی غیر کے کافر کہنے سے انسان کافر نہین ہو سکتا۔ آریہ صاحبان خود ہی غور کرین کہ سناتن دہرمی اور دوسرون نے اُن پر کیسے فتوے دیئے انہیں لاحیثیت اور وحشی وغیرہ کہا تو کیا ان کی فتوون سے در حقیقت آریہ صاحبان ویسے ہو گئے ہین؟ اگرچہ ہم آواز بلند کہتے ہین کہ منظوری مباحثہ کے وقت پیشتر کا بہی کوئی فتوے ایسا نہین جسکے رو سے ہماری اس حیثیت میں فرق ڈالنے والے کلمات ہون۔ بلکہ کوئی فتوے لے ہی نہین۔ لیکن ہم اسوقت آریون سے یہ عرض کرتے ہیں کہ مہربانی کرکے وہ فتوے پیش کرین جو کسی جماعت علماء کی طرف سے ہمارے احمدی جماعت مین ہونے کی حیثیت کے تغیر اور تکفیر کے متعلق شایع ہوا ہو۔ اور اگر پیش نہ کر سکے تو اپنے جہوٹے ہونے پر ایک مہر لگا دینگے۔ ایسی غیر متعلق باتون کو آریہ صاحبان صرف ہمین گالیان دینے کیلئے لکہتے ہین۔

۱۴۔ سچائی اور انصاف اور معقولیت کی بیراہ اور ہر طرف سے ناکام اور محصور ہو کر جہنجلاہٹ سے آریون کا ہمارے گلے پڑ جانی اور ذاتیات پر اُتر آنے اور ہمین اور ہمارے سردار فخر موجودات سرور کائنات خاتم النبیین حضرت محمد مصطفے صلے اللہ علیہ وسلم اور ہمارے مقدس اور پاک امام مہدی و مسیح آخرالزمان علیہ السلام اور مسلمانون کے تمام فرقون کے علماء کو صراحت اور کنایت سے برا بہلا کہنے کا جواب ہم اسوقت تو نہین دیتے۔ ہم اس پر صبر کرتے ہین +

۱۵۔ آریہ صاحبان نے لکہا ہے "ہمارا ارادہ آپ کو اشتہارات کا جواب دینے کا نہ تہا۔ اور ہم آپکے اشتہار کا کوئی نوٹس نہ لیونگے اور کوئی جواب نہ دیا جائیگا" آریون کا اصل منشا یہی معلوم ہوتا ہے کہ سچائی کے اس زبردست پنجے سے بچا بچا چہڑا لین اور بات بہی بنی رہے۔ کیونکہ انہون نے خود ہی تو پہلے یہ سلسلہ چہیڑا تہا۔ اور خود ہی کلب قایم کیا۔ لوگون کو مباحثہ کیلئے مدعو کیا۔ اشتہارات شایع کئے۔ ہمین بہی خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا۔ اور ہم سے جواب اور سوال لکہکر بہی بدین مصلحت پہلے انکار ہی کیا کہ مباحثوں سے چنداں نیک نتیجہ پیدا نہین ہوتا اور ہمارا زبانی مباحثات کرنیکا اصول نہین فضول طبع آزمائی کو ہم بیہودہ اور لغو سمجہتے ہیں۔ لیکن ان کی متواتر التجاؤں اور پر اصرار درخواستوں سے ان سے مباحثہ منظور کیا ہم کو یہ خیال تہا کہ یہ لوگ پنڈت لیکہرام کی موت کی بعد سچائی سے فائدہ اٹہانے کیلئے مستعد ہوگئے ہونگے اور ہٹ دہرمی اور عورتون کی طعن و تشنیع اور دوسری تکلیف سے بچ کر اور ہر گالی سے بالا تر آگئے ہونگے لیکن اس کے خلاف ثابت ہوا ہے اب جبکہ انکو اپنی کمزوری یہانتک معلوم ہوگئی ہے کہ نہ جائے حال ہے نہ جائے قال ہے اپنی عاجزی اور شکست کو تسلیم کر رہے ہین۔ پہر بہی ہم بہ نامرد نہیں آ تہاتے اگر انکی یہی حالت ہے تو ہم بہی کہان انکو مجبور کر سکتے ہیں یہ تو رضامندی کا کام ہے۔ خیر اپنے گہر سلامت رہین آریہ نیوگ کو چہوڑ دین اور از روئے انصاف وہ پابند ہیں کہ اسکو عمل اور ایمان سے خارج کر دین۔ ہمنے پوری نیک نیتی اور خیر خواہی اور سچی ہمدردی سے ان باتونکو کہا ہے۔ ہم تو ابہی تک امید رکہتے ہین۔ کہ آریہ صاحبان نصیحت کی باتین قبول کر لیںگے مد نظر رکہینگے۔ ہمارے تمام مطلوبہ امور کا ہم بہو جانا ہی آریہ صاحبان کیطرف سے اس عریضہ کا جواب صحیح تسلیم ہوگا۔ اصل مطلب کو چہوڑ کر اناپ شناپ باتوں مین ٹالنے کی کوشش کرنا فضول اور بے مطلب اور غیر متعلق بات ہوگی۔ پس ہمارے دوست آریہ مرد میدان بنیں اور ہمارے مطلوبہ امور پر سچے آئین۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ

المُلتمس

آریونکو سچی نصیحت کرنیوالا خاکسار معراج الدین عمر